سیرت فخر العارفین و کشف المعجوب کی روشنی میں

محفل سماع کے آداب و احکامات



تالیف

قادری فدا محمد نقیبی

ادارہ نقیب القرآن

الداعی الی الخیر

نزد اتفاق فیکٹری کوٹ لکھپت' لاہور۔فون: 0303-6438236

سیرت فخر العارفین و کشف المعجوب کی روشنی مین

محفل سماع

کے آداب واحکامات



تالیف

قادری فدا محمد نقیبی

الداعی الی الخیر **ادارہ نقیب القرآن**

نزد اتفاق فیکٹری کوٹ لکھپت' لاہور۔فون: 0303-6438236

نام کتاب: محفل سماع کے آداب واحکامات

تالیف: قاری فدا محمد نقیبی

اشاعتِ اول: 25 شوال 1424 ہجری

ناشر: ادارہ نقیب القرآن

ملنے کا پتہ

آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف

و

ادارہ نقیب القرآن

نزد اتفاق فیکٹری کوٹ لکھپت لاہور

فون نمبر: 0303-6438236

فہرست

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو حضرت صوفی فقیر محمد نقیب اللہ شاہؒ کے نام کرتا ہوں جہنوں نے بندہ ناچیز کی ظاہری، باطنی، روحانی اور مالی سرپرستی کی اور بندہ ناچیز اِس عظیم کام کو کرنے کے قابل ہوا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے اِس کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کی توفیق دے (امین)

اظہارِ تشکر

اِس میں کوئی شک نہیں مالکِ کائنات صرف ایک ہی ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ آخری نبی ورسول ہیں ۔آپ ﷺ کے بعد رہتی دنیا تک کوئی نبی یا رسول نہ آیا اور نہ آئے گا۔وہ ایسی ذاتِ بابرکات ہیں جن پر فرشتے بلکہ خود قادرِ مطلق درود بھیجتا ہے۔درود وسلام ہو آپ ﷺ پر آپ کے اصحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین پر آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کی امت پر،شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں ذکرِ اللہ کے بارے میں جو کچھ میں نے سیکھا ہے لکھوں اور یہی کاوش بارگاہِ رسالت مآب حضرت
محمد ﷺ میں قبول ہو۔

میں شکر گزار ہوں بابا جی حضور حضرت صوفی فقیر نقیب اللہؒ شاہ ؒ کا کہ ان کی ترتیب اور سر پرستی نے مجھے اِس لائق کیا۔مزید میں شکر ادا کرتا ہوں حضرت صوفی عظمت اللہ شاہ سجادہ نشیں آستانہ نقیبیہ وسرپرست ادارہ نقیب القرآن لاہور کہ ان کی خاص توجہ وکرم نوازی ،ہدایت اور سرپرستی سے بندہ اس عظیم کام کو تکمیل میں لا سکا۔سلسلہ عالیہ نقیبیہ جہانگیریہ کے تمام بھائیوں کا شکر گزار ہوں جہنوں نے میری اِس کاوش کو قبول کیا اور میری رہنمائی فرمائی اُمید ہے کہ آئندہ بھی میری دلجوئی کریں گے تا کہ ہم سب مل کر ادارہ نقیب القرآن کو حقیقی فروغ دے سکیں۔

طالب دُعا

قاری فدا محمد نقیبی

خطیب آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف

وناظم ادارہ نقیب القرآن

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم اللہ کے فضائل و برکات

حضرت ابو ھریرہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر شروع کیا جائے وہ ادھورا نامکمل اور بے برکت ہوتا ہے؟ (مشکوۃ شریف)

ثابت ہوا کہ ہر نیک اور اچھا کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے۔ شراب پیتے وقت، زنا کرتے وقت، جوا کھیلتے وقت، چوری کرتے وقت (یا کوئی بھی گناہ کا کام) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا کفر ہے۔ (فتاوی عالمگیر)

آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم وضو کرو تو بسم اللہ و الحمد للہ کہ لیا کرو۔ جب تک تمہارا یہ وضو رہے گا تمہارے فرشتے تمہارے لیے ہزار نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ (طبرانی شریف)

ایصال ثواب

ا۔ بسم اللہ کی برکات کو بیان کرتے ہوئے صاحب شرعۃ الاسلام نے لکھا کہ اگر زمین پر کوئی ایسا کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہو جس پر بسم اللہ لکھی ہو۔ جو شخص اسے اٹھائے گا اللہ تعالی اس کو اپنے دوستوں میں شامل کرے گا۔ اور بروز قیامت اس کو شہیدوں میں اٹھائے گا۔ (شرعۃ الاسلام)

۲۔ ایک شخص نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے سینے اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دی جائے۔ پھر کسی شخص نے اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو اس کا حال دریافت کیا اس نے بتایا کہ مجھے دفن کر دیا گیا تو عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے جب پیشانی پر بسم اللہ لکھا دیکھا تو کہا "تو عذاب سے بچ گیا"۔ (درمختار)

۳۔ قیامت کے دن عذاب کے فرشتے ایک شخص کو ایک پکڑ لیں گے۔ آواز آئے گی کہ اس بندے کے تمام اعضاء کو دیکھا جائے کہ کوئی نیکی ہے۔ سب اعضاء کو دیکھا جائے کہ کوئی نیکی ہے سب اعضاء خالی ہونگے۔ لیکن زبان پر سفید خط سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ پائیں گے۔ اسی وقت اس کی بخشش کا حکم صادر فرمایا جائے گا۔ "جا تم کو بخش دیا"۔ (نزہتہ المجالس)

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام علی نبینا کا ایک ایسی قبر سے گزر ہوا کہ صاحب قبر کو عذاب الٰہی میں پایا۔ کچھ دیر بعد واپسی ہوئی تو صاحب قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں و برکتوں کا نزول مشاہدہ کیا گیا۔ اور قبر کو اللہ کے انوار وتجلیات سے بھرا دیکھا۔ آپ نے بہت حیران ہو کر رب کائنات سے اس کا بید پوچھا۔ ارشاد ہوا کہ اے روح اللہ میں عذاب الٰہی میں بتلاء تھا۔ جب میں مرا تھا اس وقت میری بیوی حاملہ تھی آج اس بچے کو استاد نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا درس دیا ہے۔ مجھے حیا آئی کہ میں زمین میں اس شخص کو سزا دوں کہ اس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہو۔ (تفسیر نعیمی)

۵۔ حضرت اب عباسی سے روائت ہے کہ حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ استاد جب بچے کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھاتا ہے تو استاد، بچے اور اس کے والدین کیلیے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (دیلمی)

مذکورہ بالا عبارات کی روشنی میں بات ثابت ہوگئی کہ انسان کا اس دنیا سے رخصت ہو

جانے کے بعد اس کے لوحقین کے عمل کا ثواب صاحب قبر کے لیے نجات اور بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اولاد بھی ایسے نیک عمل میں مصروف ہو کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے نجات کا سامان کرے اور کوئی ایس عمل نہ کریں جس سے اللہ اور اس کے پیارے محبوب کے سامنے شرمندگی ہوے (آمین)

بسم اللہ کی برکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر دینی و دنیوی جائز کام کی کنجی ہے اس کی برکات سے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مومنین پر فضل و کرم فرمایا بلکہ اس کی برکات سے اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین اور شرابی کبابی، زنانی لوگوں کو بھی نوازا ہے

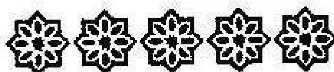
فرعون کا عذاب سے محفوظ ہونا۔

فرعون نے خدائی کے دعوے سے بیشتر ایک مکان بنایا تھا اور اس کے بیرونی دروازے پر بسم اللہ لکھ تھی۔ جب اس نے خدائی دعوی کیا اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اس کو دعوت حق دی اور اس نے قبول نہ کی تو آپ نے اس کے حق میں بدعا کی۔ وحی آئی اے موسیٰ علیہ اسلام یہ ہے تو اسی قابل کہ اس کو ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازے پر بسم اللہ لکھی ہے جسکی وجہ وہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ گھر میں رہا عذاب سے محطوظ رہا اور جونہی وہ گھر سے نکلا۔ اس کو عذاب نے دریا میں ڈبو دیا اور آنے والوں کیلیے عبرت بنایا۔ (تفسیر کبیر)

بسم اللہ ہر کام کی چابی

تفسیر روح البیان شریف میں بسم اللہ کی تشریح کے ماتحت حدیث نقل کی ہے کہ جب

حضور علیہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور جنتوں کی سیر فرمائی تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں ایکپانی کی، دوسری دودھ کی، تیسری شراب اور چوتھی شہد کی جب جبرائیل سے دریافت کیا گیا یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں تو حضرت جبرائیل نے لاعلمی ظاہر کی۔ دوسرے فرشتے سے عرض کیا کہ ان چاروں کے منبع میں جانتا ہوں وہ ایک ایسی جگہ گیا جہاں ایک درخت تھا اور اس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی۔ اور دروازے پر مقفل پڑھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو کھولو۔ فرشتے نے عرض کی حضور اسکی چابی آپ کے پاس ہے۔ سرکار مدینہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا۔ دروازہ کھل گیا اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بسم اللہ لکھی ہے اور بسم اللہ کی میم سے پانی اللہ کی ہ سے دودھ اور الرحمٰن کی میم سے شراب، الرحیم کی میم سے شہید کی نہر جاری ہے ثابت ہوا کہ انسان چھوٹے چھوٹے معمولات سے بہت کچھ حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالی ان معمولات کواپنانے کی توفیق دے۔ (آمین)



فضائل درود وسلام

ان اللہ ولملائکۃ یعلمون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلو علی و صلموا تسلیما۔

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی مکرم پر اے ایمان والو تم بھی خاص آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب اور محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

اللھم صلی علی محمد و علیٰ آلہ سید نا محمد بعد د کل ذرۃ فی علم اللہ مۃ الف مرۃ وبارك و سلم و صلی علیه۔

اس آیت مقدسہ سے حضور ﷺ پر درود وسلام کا مطلق حکم ہے ہر فرض عبادت کے لیے اللہ تعالی نے تین چیز لازم کی ہیں۔

نمبرا۔ وقت ۲۔ ہیت ۳۔ مقدار

یعنی نماز فرض عبادت ہے ہر نماز کے لیے وقت کا ہونا (جیسے فجر، ظہر وغیرہ) خاص ہیت (قیام رکوع سجدہ وغیرہ) اور کفیت کا ہونا اور تعداد اور مقدار کا ہونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

حج اور زکوٰۃ کے لیے بھی مذکورہ تینوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ ادا نہیں ہونگے کیونکہ اللہ تعالی خود نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے اور نہ حج اور زکواۃ ادا کرتا ہے۔

لیکن درود وسلام پاک پڑھنا اللہ تعالی کی سنت ہے جس طرح اس کی ذات وقت، ہیت اور کفیت و مقدار کی پابند نہیں اسی طرح اس پاک ذات کی ادا کردہ سنت کے لیے بھی کسی وقت کی ضرورت نہیں اور نہ ہیت اور مقدار کی ضرورت ہے جب چاہو، جتنا چاہو، جیسے چاہو پڑھو، پڑھو ضرور۔

کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے، ملائکہ کی سنت ہے، تمام صحابہ کی سنت ہے، سب انبیا کی سنت ہے۔

اگر کوئی سیدنا شیخ عبدالقادر کا ماننے والا ہے تو وہ اس مقام پر درود و سلام کی برکت سے پہنچے۔ اگر سلسلہ چشتیہ کا ماننے والا ہے تو خواجہ ہند حضرت معین الدین چشتی کو یہ مقام درود و سلام کی برکت سے ملا۔ اگر سلسلہ سہروردی سے تعلق رکھتا ہے تو حضرت شیخ شہاب الدین سھروردی کا مقام دیکھے اور نقشبندی ہے تو غار یار سیدنا صدیق اکبر سے زیادہ عاشق کون، اگر تبلغی جماعت سے تعلق رکھتا ہے تو تبلغی جماعت کے مصنف مولانا زکریا کے عشق کی طرف دیکھیں کے ساری زندگی ایک حج کرنے کے بعد دوسرا حج نہ کیا کہ کہیں مدینے سے باہر موت نہ آجائے۔ اگر دعوت اسلامی سے ہے تو حضرت مولانا الیاس قادری کے عشق کو دیکھیں اگر سکھ ہے تو گرو نانک کا حضور ﷺ سے عشق و محبت دیکھو۔ اگر کوئی حسنی نقیبی ہے تو حضرت فقیر محمد بقیب اللہ شاہ کا حضور سے عشق و محبت کا حال دیکھیں غرض دنیا میں کوئی بھی انسان کسی کا بھی ماننے والا آدم سے لے کر آج تک جو بھی ہے مرتبہ کمال پر پہنچا ہے۔ حضور ﷺ کے وسیلہ اور عشق سے پہنچا ہے۔ کیونکہ اس نے وہ کیا ہے جو خالق کائینات مالک عرض و سموات نے کیا ہے اور دنیا کی کوئی بھی خشک اور تر چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح نہ کرتی ہو۔ سبح اللہ مافی سمٰوات والارض (کہ تسبیح کرتی ہے زمین و آسمان کی ہر چیز) اور جب ہر چیز اس رب کی تسبیح کرتی ہے تو اللہ خود حضور پر درود و سلام پڑھ رہا ہے تو خوش قسمت ہے وہ شخص جسکو یہ سعادت نصیب ہے۔ اللہ تعالی ہر انسان کو حضور کا عاشق بنائے۔ (آمین)

الصلوٰۃ و وسلام علیک یارسول اللہ

تیری چاہت میں دنیا کو جو بھلا رکھا ہے
ہے فقط اس کا حق لوٹے تیرے جلووں کو نقیبی

بخیل کون ہے؟

حضرت علی اکرمﷺ نے فرماتے ہیں کہ حضور سرکار مدینہﷺ نے فرمایا کہ بخیل ہے وہ شخص جسکے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور مجھ پر درود نہ پڑھے اور بخیل کبھی جنت میں جگہ نہ لے سکے گا۔

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں:

بخیل ار بود و زاہد بحر و بر　　　　بہشتی نبا شد بحکم کبر

یعنی بخیل اگر سمندر اور زمین دونوں پر عبادت کرتا رہے بحکم حدیث بہشتی نہ بنے گا۔

سورۃ الاحزاب میں حکم ہوا ہے اے مومنو درود پڑھو نبیﷺ پر اس سے صاف ظاہر ہوا کہ درود وسلام پڑھنے کے لیے مومن ہونا شرط ہے۔ اور جو مومن بن گیا وہ مرد کامل بن گیا اور اس وقت تک ملک الموت اس کی روح قبض نہیں کرگا جب تک وہ جنت میں اپنا مقام نہیں دیکھ لیتا۔ اور وہ مقام درود وسلام کی برکت سے احسن طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالی نے ہر نبی کو ایک ایسی دعا عطا کی جو پوری ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام سیلے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک سارے نبی اس کو مانگ چکے ہیں لیکن میں نے یہ خاص دعا آخرت کے لیے اٹھا رکھی ہے اور وہ دعا قیامت میں میرے ان امتیوں کے لیے ہے جو ایمان پر مرے اور وہ دعا میری شفاعت ہے۔ اور جو مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے میری شفاعت اس پر لازم ہے۔

دعا کی قبولیت

میرا ایمان ویقین ہے جس دعا کہ اول آخر میں خلوص دل سے درود وسلام پڑھا جائے اللہ تعالی اس کو رد نہیں فرماتے کیونکہ اپنے محبوب پر تو درود وسلام کو اللہ تعالی ہر حال میں قبول فرماتے ہیں اور یہ رب کی شان کے خلاف ہے کہ وہ درود وسلام کو قبول کردے اور درمیان سے

دعا کو رد کر دے۔ اللھم صلی علی محمد علیٰ اٰالہ و بارک وسلم اے اللہ میں خلوص دل سے یہ دعا کرتا ہوں کہ حضور کے صدقے دینی اور دنیوی کمال ترقی عطا فرمایا۔ آمین۔ **اللھم صلی علی محمد و علی الہ و اصحابہ و بارک و سلم سعادۃ الدین** میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

جب محشر میں تمام لوگ جمع ہونگے تو میں ان کا قائد ہونگا اور جب خاموش ہونگے تو میں خطیب ہونگا اور جب سارے ناامید ہونگے تو میں انکو خوشخبری سناؤ گا۔ کرامت کا جھنڈا اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہونگیں۔ میری عزت دربار الہی میں سب بنی آدم سے ذیادہ ہوگی اور میں فخر سے نہیں کہتا میرے ارد گرد خادم ہونگے اور کوئی دعا نہیں مگر اس دعا اور آسمان (اللہ) کے درمیان ایک حجاب ہے پس یہ پردہ صرف درود وسلام کی برکت سے پھٹتا ہے (پار ہوتا ہے) اور دعا قبولیت کے لیے اوپر چڑھ جاتی ہے۔ اللھم صلی علیہ محمد و بارک وصلم دائما ابدا"

حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

درود پاک کی برکت سے پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا مقبولیت میں داخل ہو جاتی ہے ورنہ واپس لوٹ آتی ہے۔

حضرت فضالہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے ایک آدمی نے آ کر نماز پڑھی پھر دعا مانگی حضور ﷺ نے فرمایا۔

اے نمازی تم نے جلدی کر دی

جب تو نماز پڑھے تو اللہ کی حمد کر، پھر مجھ پر درود شریف پڑھ، پھر دعا مانگ۔

حضرت جابر بن مسعود فرماتے ہیں۔

کہ جس نے دعا کہ اول و آخر میں درود سلام پڑھا

وہ کامیاب ہوگا اور مقصد حاصل ہوگا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ پر درود بھیجے۔

سماع

سماع کے آداب واحکامات:

محترم ناظرین سماع کے آداب احکام اور فرمودات سیرت فخر العارفین سلسلہ جہانگیریہ کی شہرت آفاق کتاب اور تصوف کی شہرت آفاق کتاب کشف المحجوب رہنمائی میں پیش کررہاہوں اُمید ہے کہ عمل فرماکر مکمل استفعادہ کیا جائے گا۔ (مؤلف)

قرآن مجید کا سننا:

دنیا میں تمام سننے والی چیزوں سے، جو دل ودماغ میں قوت وفروغ پیدا کریں، یقین وایمان یں توانائی لائیں انسان کو صحیح ومستند علم بخشیں، اور علمِ اشیاء وعرفان کائنات کا حیات افروز درس دیں، قرآن کریم کا رتبہ بدرجہ ہابلند رہا، کیونکہ سننے کی دیگر چیزیں خواہ وہ نثر میں ہوں یا نظم میں بہر کیف مخلوقات کی پیداوار ہوں گی لیکن قرآن اوّل تا آخرِ الہی ہے۔ ہر لحاظ سے مستند ومعتمد ہے، اور ہر ممکن خطا سے منزّہ ہے، پس اس کلامِ مقدس کا سننا نہ صرف رُوح وقلب کی حیات ابدی ہے بلکہ اس میں دنیا وعقبیٰ کی تمام سعادتیں مضمر ہیں، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام ایمان دار اس کے سننے اور سمجھنے کے لئے مامور ہیں اور تمام کافر خواہ وہ آدمیوں کی جنس میں سے ہوں یا جنات کی جنس میں سے کلامِ خداوندی سنے کے لئے مکلفف ہیں، قرآن مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اُس کے پڑھنے اور سننے سے انسان کو تھکاوٹ یا ملال قعطاً محسوس نہیں ہوتا، بلکہ طبیعت سرور ومطمین ہوجاتی ہے۔

چنانچہ کفارِ قریش راتوں کو چھپ کر آتے، اور آنحضرت نماز میں جو قرآن تلاوت فرماتے وہ بھی اُسے بڑے ذوق وشوق سے سنتے اور اُس کی فصاحت وبلاغت اور رقت انگیزی پر متعجب ہوتے، جیسا کہ نضر بن حارث اِن سب سے زیادہ فصیح تھا، اور عتبہ بن ربیعہ جو بلاغت میں کمال رکھتا تھا، اور ابوجہل بن ہشام جو خطبوں اور دلیلوں میں ید بیضا کی طرح معجز نما تھا۔ اور انہیں کی مانند اور بھی بہت سے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک رات جب آنحضرت قرآن تلاوت فرمارہے

تھے تو عتبہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑا، اور ابو جہل کو کہنے لگا اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں" نیز خداوند کریم نے قرآن سننے کے لئے جنات کو بھیجا اور وہ جوق در جوق آئے ، اور آنحضرت ﷺ سے خدا کا کلام سنا فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۔ "پس انہوں نے کہا کہ ہم نے خدا کا کلام سنا ہے، نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا۔

انہوں نے کہا یہ راہ راست کی طرف دعوت دیتا ہے، اور ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔" پس قرآن کی نصیحت تمام نصیحتوں سے اچھی ہی، اس کے لفظ تمام لفظوں سے مختلف ہیں اس کے معانی تمام معانی سے زیادہ بسیط ہیں۔ اس کے احکام تمام احاکم سے زیادہ لطیف ہیں اور اسکے نواہی تمام نواہی سے زیادہ زجر و توبیخ اور ڈانٹ جھڑک لئے ہوئے ہیں اسکے وعدے سب وعدوں سے زیادہ جانگداز ہے اور اس کے قصے تمام قصوں سے زیادہ سبق آموز اور اس کی مثالیں سب مثالوں سے زیادہ موثر و موزوں ہیں۔ جب عمرؓ بن الخطاب نے سنا کہ ان کی بہن اور ان کا بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں تو آپ تلوار سونت کر انہیں قتل کرنے کے ارادے سے نکلے جب وہ اپنی ہمشیرہ کے دروازے پر آئے تو وہ اندر تلاوت کہہ رہی تھی طٰهٰ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ " اے پیغمبر! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو حد سے زیادہ مشقت میں پڑے، مگر یہ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے" یہ سن کر حضرت عمرؓ کے دل پر رقت طاری ہوئی اور رنج و مخالفت کی جگہ محبت و موافقت نے لے لی اور آپ نے اس واقعہ سے اسلام قبول فرمایا۔ اور روایات میں ہے کہ جب آنحضرت کے سامنے صحابہ نی یہ آیت پڑھیا تحقیق ہمارے پاس درد و اذیت ناکہ دوزخ اور نہ کہ کھایا جانے والا کھانا اور درد ناک عذاب ہے" تو حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور روایت ہے کہ ایک مسلمان نے حضرت عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑی۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ " تیرے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے، اسے کوئی دفعہ نہیں کر سکتا" یہ سنتے ہی آپ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ آپ کو اٹھا کر گھر میں لے گئے اور خوفِ الٰہی سے آپ ایک ماہ تک بیمار پڑے

رہے، اور روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن حنظلہؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی۔
''یعنی کفار کیلیے جہنم گہوارہ ہے اور ان کے اوپر قہر الٰہی کا پردہ ہے اس کو سنتے ہی آپ بے اختیار رونے لگے اور بے ہوش ہو گئے ہیں، لوگوں نے سمجھا کہ آپ رحلت فرما گئے جب قدرے ہوش میں آئے تو فرمایا، اس آیت کی ہیبت مجھے بیٹھنے نہیں دیتی اور بیان کرتے ہیں کہ جنیدؒ روبرو کسی نے یہ آیت پڑھی یا یھا الذینامنو الم تقولونمالا تضحلون اے ایمان والو وہ باتیں دوسروں سی کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل پیرا نہیں'' ہم نے جو کچھ بھی کہا تیرے لیے تیری توفیق سے کہا اور جو بھی عمل کئے تیرے لیے تیری توفیق و تائید سے کئے پھر ہمارا قول ہمارے فعل کے خلاف کیونکر ہوگا اور یہ یہ روایت ہے کہ حضرت شبلیؒ کسی نے یہ آیت پڑھی۔ و اذ کر ربک اذا انسیت ''اپنے پروردگار کو یاد کر جب تو اسے بھول جائے'' آپ نے فرمایا آنحضرتؐ تو اپنے پروردگار کو ایک لمحہ بھی نہ بھولتے تھے یہ خطاب بالواسطہ مومنوں کو ہے جو کسی نہ کسی وقت اُسے فراموش کر سکتے ہیں۔

''اے مسلمانو! تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جہنوں نے کہا کہ ہم نے کلام اللہ کو سنا حالانکہ وہ غور سے سنتے ہی نہیں'' اور آنحضرتؐ نے ابنِ مسعود سے فرمایا اے ابنِ مسعود! تو مجھ قرآن مجید پڑھ کر سنا'' ابنِ مسعودؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں! جب آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا میں اوروں سے قرآن سننے کو محبوب رکھتا ہوں'' یہ اس امر پر واضح دلیل ہے کہنے سننے کی خواہش والا قاری سے بہت کامل الحال ہوتا ہے۔ کیونکہ حضورؐ سے فرمایا کہ میں اوروں سے قرآن سننے کو محبوب رکھتا ہوں۔ نیز آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود کی سماعت نے بوڑھا کر دیا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ سورۂ ہود قرآن مجید کی آخر میں نازل ہونے سورت ہے۔

قرآن مجید کی آیات کے تاثرات اس قدر گہرے اور رقت انگیز ہیں کتنے ہی مومنین تو ان کی ہیبت و جلال کی تاب نہ لا سکے، ضرارہ بن ابیؓ صحابہ کبار میں سے ہیں آپ نے ایک آیت پڑھی، اور نعرہ مار کر جان دے دی، ابو جعفرؒ بزرگ تابعین میں سے تھے صالح مریؒ نے آ کے سامنے ایک آیت پڑھی اور آپ جان بحق ہو گئے ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ

کے ایک دیہات میں پہنچا وہاں ایک بڑھیا کو میں نے نماز میں کھڑا دیکھا جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے تبرک طور پر سلام کیا وہ بولی کیا تو قرآن کو جانتا ہے میں نے کہا ہاں اور احمد ابن ابی الجواریؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو دیکھا جس کے تن پر میلی سی گودڑی تھی اس نے مجھ سے کہا اے احمد! تو ایسے وقت میں پہنچا کہ مجھے سماع کی بہت ضرورت تھی کوئی آئیہ شریفہ پڑھ، تا کہ میں جان و دل سے سنوں؟۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثمہ استقاموا۔ ''وہ لوگ ہی سچے مومن ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا واحد معبود پروردگار ہے اور پھر عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہیں اس جوان نے کہا اے احمد مجھے ربِ کعبہ کی قسم کہ تو نے وہی آیت پڑھی جو اس وقت فرشتہ میرے سامنے پڑھ رہا تھا اور یہ کہہ کر اسی وقت جان دے دی اللہ کی اس پر بخشش اور رحمتیں ہوں اور اگر اس معنی میں تمام حکایات لکھوں تو اپنے مقصد سے رہ جاؤں گا لہذا اسی قدر کافی ہے۔ اچھا ہے وہ اچھا ہے اور کچھ بُرا ہے وہ بُرا ہے یعنی مستحسن باتوں کا نثر میں سننا حلال و جائز ہے مثلاً خداوند کریم کی آیات سے استدلال کرنا اسلامیات و ایمانیات کی وضاحت کرنا اخلاق عالیہ کا درس دینا خالق کائنات کے شواہد معارف پر نظر کرنا تو ان ہی باتوں کو نظم میں کہنا اور سن لینا بھی بالکل حلال و جائز ہوگا۔ اسی طرح شرکیات بدعات اور فسق و فجور اور محرکات شرعی کا تذکرہ جس طرح نثر میں حرام ہے ویسے ہی نظم میں ناجائز ہوگا اور اگر لہو و لعب اور فسق و فجور کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ سمجھ کر بیان کیا جائے جیسا فاسقوں کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے اور جو حسن پرستی میں دن رات مصرف رہتے ہیں تو شریعت بالکل مہمل اور بے مقصد چیز ہو کر رہ جائے گی، نیز محرکات کے متعلق شریعت کی تمام حدود ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ واضح گمراہی ہے جس کو شعر و شاعری میں دخل دینا نہیں چاہیے اور جس وقت جاہل صوفیوں نے اہل طریقت میں سے کچھ کو دیکھا کے وہ سماع کرتے ہیں، تو انہوں نے اس کے آداب و شرائط سمجھے بغیر کہ دیا سماع ہر حال میں حلال ہے اگر حلال نہ ہوتا تو یہ لوگ نہ کرتے مگر ان جہلا نے ظاہر کی تقلید میں پڑ کر باطن کو بالکل چھوڑ دیا۔ حتی کہ وہ خود گمراہ ہوا اور بے نظم و ضبط سماع کر کے انہوں نے اکثر مسلمانوں کو گمراہ کیا، پس سماع میں بھی اچھے بُرے اشعار یعنی حسب شریعت اشعار اور خلاف شریعت اشعار کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے اور تخریبی قسم کے کلام سے پرہیز

چاہیے ورنہ قلب و دماغ مکدر ہو جائیں گے۔

حصولِ علم کے اسباب و ذرائع پانچ ہیں۔

ایک سننا، دوسرے دیکھنا، تیسرا چکھنا، چوتھے سونگھنا، پانچویں چھونا، اور انہیں حواسِ خمسہ کہتے ہیں۔خداوند کریم نے علم و دانش کے لیے یہ پانچ دروازے پیدا کیے ہیں اور ہر جنس کا علم ان میں سے کسی ایک حس کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔جیسا کے سننے کے لیے علم الاصوات ہے ،دیکھنے کے لیے علم الالوان اور علم الاشکال ہیں، چکھنے کے لیے میٹھے کڑوے اور نمکین وغیرہ کا ذائقہ رکھا، سونگھنے کے لیے بدبو اور خوشبو کا علم ہے، اور چھونے کے لیے نرم و سخت یا جامد و سیّال کا علم ہے۔اور اِن پانچوں حواس میں سے چار کے لیے تو جسم میں محل مخصوص ہیں۔لیکن ایک حس یعنی قوتِ لامسہ (چھونے کی حس) تمام جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔اور سونگھنے کا محل آنکھیں ہیں، چکھنے کا محل زبان ہے، مگر چھونے کی صالاحیت تمام اعضائے بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے، تمام بدن چھونے سے نرم کا سخت سے گرم کا سرد سے امتیاز کر سکتا ہے، مختلف علوم کے نادرات و عجائبات کو دیکھنا، خوشودار اور فرحت بخش چیزوں کو اسونگھنا، عمدہ ولذیذ نعمتوں کو چکھنا، مترنم اور خوشگوار آوازوں کا سننا قدرت کے عظیم الشان عطیات ہیں اور ان کا استعمال خداوند کریم کی ذات وصفات اور معرفت کی جانب رہنمائی کرتا ہے، کیونکہ بندہ آخر کار جان لیتا ہے کہ دنیا محدث ہے، فانی ہے اور محل تغیرات کا ہے، اور یہ جسم جو ہمیں دیا گیا ہے اس کا خالق ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، لامتناہی ہے، اور جو کچھ چاہتا ہے حکم و تصرف میں لاتا ہے اسی نے اپنے رسولوں کو اسی لئے سچے دلائل و براہین کے ساتھ بھیجا کہ ان کے لائے ہوئے آسمانی دستور کی اطاعت کی جائے اور ان کی اطاعت اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک توحید و معرفت اک وجوب اپنی سماعت سے حاصل نہ ہو جائے اس بنا پر اہل سنت والجماعت کان کو آنکھ پر فضیلت دیتے ہیں کہ یہ حصول دستور شریعت کا پہلا ذریعہ ہے اور اگر کوئی شخص کہ کان محلِ خبر ہے اور آنکھ محلِ نظر، اور خداوند کریم کا دیدار چونکہ نظر سے ہوئے گا لہذا آنکھ کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، تو میں اسے جواب دیتا ہوں کہ ہم سمع ہی سے جانتے ہیں کہ مومنوں کو بہشت میں خداوند کریم کا دیدار ہوگا، اور یہ علمِ الیقین ہے، حالانکہ نظر سے دیکھنا ایک آخری فعل ہے اور علم الیقین کا نتیجہ ہے،

لہذا سمع پر مبنی ہیں، اور آنکھ سے زیادہ فضیلت والے ہوئے، نیز شریعت کے تمام احکام سمع پر مبنی ہیں، اور دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے، انہوں نے پہلے احکام الٰہی لوگوں کا سنانے اور پھر وہ ایمان لائے پھر انہوں نے لوگوں کو معجزے دکھائے اور معجزات دیکھے اور تصدیق کرنے میں بھی سمع کی تائید ساتھ تھی ان دلائل کے پیش نظر جس کسی نے سماع کی اہمیت و افادیت کا انکار کیا، اس نے شریعت کا انکار کیا اور اب میں قوتِ سمع سے متعلق تمام امور کا اختصار سے بیان کروں گا۔

سماع کے احکام داتا صاحب کی نظر میں:

جو شخص یہ کہے کہ مجھے مزامیر، خوشگوار آواز اور نغمہ و ترنم اچھے نہیں لگتے، وہ یا تو جھوٹ بول رہی ہے یا منافق ہے یا اُس میں حس لطیف ہی بالکل مفقود ہے ایسا آدمی اپنی بے حسی اور کور ذوقی کے باعث جانوروں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہے، پس اختلاف طبائع کے لحاظ سے سماع کے احکام بھی مختلف ہیں اور اگر کوئی شخص تمام لوگوں کو ایک ہی حکم میں رکھے، تو یہ صریح حماقت ہے سماع کے خواہش مند لوگ مختلف گروہوں میں منقسم کئے گئے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو فقط معانی کو سنتے ہیں اور الفاظ و صوت کو چنداں اہمیت دیتے اور دوسرے وہ حسن الفاظ اور نغمہ و صوت کو چنداں توجہ نہیں دیتے۔ اور ان دو اسباب سے فائدے بھی ہیں اور آفات بھی، کیونکہ حسین و خوشگوار آوازوں کے سننے سے جو معنی اور جذبات لوگوں کو طبائع میں جوش مارتے ہیں، اگر وہ حق ہوں تو طبعیت میں حق زور پکڑتا ہے اور اگر وہ باطل ہوں تو طبعیت میں بالکل راسخ ہوتا ہے اگر کسی شخص کی اصل طبع میں فساد ہو تو وہ بھی خیر ہی ہوگا اور یہ معانی حضرت داؤد کی اصل طبع میں خیر و نیکی ہوگی، وہ جو کچھ سنے گا وہ بھی خیر ہی ہوگا اور یہ معانی حضرت داود کے قصص میں آئے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور ان کو انتہا درجے کی خوش آوازی عطا فرمائی، تو ان کی آواز سے پہاڑ بھی نرم ہو کر بہہ جاتے تھے، اور پرندے اُڑتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ آثار میں مروی ہے۔ کہ جس جنگل میں حضرت داؤد نغمہ سرائی فرماتے تھے ایک ماہ تک وہاں کی مخلوق کوئی چیز نہیں کھاتی تھی، بچے روتے نہیں تھے اور نہ ہی دودھ پیتے تھے اور جب مخلوق وہاں سے واپس ہوتی تھی تو بہت سے آدمی آپ لحن و کلام کی لذت و سرور سے مر جاتے تھے، روایت

ہے کہ ایک دفعہ سات سو کنواری عورتیں آپ کی آواز کے اثر سے مر گئی تھی اور بارہ ہزار بوڑھے مرد بھی جان بحق ہو گئے تھے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے بعض طبائع تو لحنؑ داؤدی کی صوتی اور غنائی لذت کو برداشت نہ کر سکیں اور بعض اس آواز کے سوز و گداز اور جلال کی متحمل نہ ہو سکیں۔

اور جب حق تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ارواح طیبہ اور صالح طبائع کو مقید و صالح سماع کے لئے یکجا اور متحد کر دے تو اس وقت ابلیس کی طبعیت بے قرار ہوئی اور انسان کے دل میں بذریعہ موسیقی فسق و فجور اور گناہ کے وساوس ڈالنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ چنانچہ اس نے اور اس کی ذریت نے بنسری، طنبور، سارنگی، ستار اور ڈھولک وغیرہ آلات موسیقی بنائے، اور حضرت داؤد کی مجلس کے بالمقابل اپنی مجلس جمائی، جو لوگ حضرت داؤد کی آواز سنتے تھے، ان کے دو گروہ ہو گئے، ایک تو اہلِ شقاوت اور دوسرا اہلِسعادت، جو لوگ ازلی طور پر شقی و بد بخت تھے، وہ ابلیس کے سازوں کی طرف مائل ہو گئے اور ہوتے رہیں گے لیکن جو لوگ سعادت مند تھے، وہ حضرت داؤد کی آواز کے دلدادہ رہے، اور ہمیشہ رہیں گے۔ ان کی آواز داؤدی کے سوا اور کچھ پسند نہ تھا کیونکہ وہ اس میں سراسر آواز سنتے، اور اگر وہ شیطان کے سزامیر سنتے، تو ان میں خدا کی طرف سے فتنہ محسوس کرتے، بالفاظ دیگر لحن داؤدی ان کے لئے وجہ ہدایت تھی اور نغمہ شیطانی باعث ضلالت تھا اور جس شخص کا سماع حق کے ان اصول پر مبنی ہو، وہ کچھ سنتا ہے، سب حلال ہوتا ہے اور مدعیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ہم نے سماع کو اپنی طبیعت و حقیقت کے خلاف پڑتا ہے، حلانکہ یہ محال ہے تاکہ دیدار صیح ہو جائے اگر اس کے برخلاف دیکھے گا، تو دیدار درست نہ ہوگا اور اس معانی میں آنحضرت نے فرمایا یا اللہ! ہمیں تمام اشیائے کائنات کے حقائق اسی صورت میں دیکھا ،جس طرح کہ وہ ہیں۔ اور چیزوں کو دیکھنا ہی مستند ہوتا ہے جو حقیقت اور واقفیت پر مبنی ہو، پس جو لوگ محض سازوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور باطن معانی سے ناآشنا رہتے ہیں، وہ حرص و شہوت سے مغلوب ہوتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حقیقتِ واقفیہ کو نہ سمجھا اور نہ محسوس کیا، اگر وہ معانی پر کامل توجہ دے کر سماع کرتے، تو تمام آفات سے محفوظ رہتے، کیا تو نے نہیں دیکھا کے گمراہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سنکر بھی راہ راست پر نہیں آتے، بلکہ ان کی گمراہی میں اضافہ

ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسا کے نصر بن حارث نے قرآن سن کر کہا کہ هذا اساطير الاولين ۔ یہ تو محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں اور عبداللہ بن ابو سرح کاتب وحی نے کلام اللہ سے متاثر ہوکر فرمایا فتبارك الله احسن الخالقين یعنی بابرکت ہے وہ خدا تمام خالقوں سے اچھا خالق ہے۔

شرائط سماع:

حضرات صوفیہ نے سماع کے لیے تین شرطیں فرمائی ہیں (مکان، زمان، اخوان) سماع سننے والے کو اِن امور کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

اہل سماع کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک کان رس (۲) آنکھ رس۔ کان رس صاحبِ ذوق ہوتے ہیں صرف سماع اُن کے لیے موثر ہے یہ درجہ بڑا ہے۔ وقت سماع ان کے گوش سے قلب تک ایک زنجیر ہے وہ تن جاتی ہے اور سماع کی تاثیر قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ آنکھ رس وہ ہیں جو حُسن وصورت (اچھی آواز) پر سماع سنتے ہیں اور اُس سے اُن میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔

سماع کے تین مختلف نتیجے:

سماع سے انسان کے دل میں تین قسم کی حالتیں پیدا ہوتی ہیں (۱) بعض کے دل پر سماع کچھ موثر نہیں ہوتا جس طرح پتھر پر پانی گرنے سے پتھر پر کچھ اثر نہیں ہوتا (۲) بعض کے دل پر سماع سے کچھ اثر نہیں ہوتا جس طرح کے برتن پانی سے لبریز ہو اور برتن پانی سے نہ تو گھٹتا ہے نہ زیادہ ہوتا ہے۔ (۳) بعض کے حق میں سماع موثر ہوتا ہے جیسے کے زمین میں پانی ڈالنے سے پانی جذب ہو جاتا ہے اور اُس زمین سے ایک شجر پیدا ہوتا ہے۔ جو پھیلتا پھولتا ہے۔

پیاس کس سے بجھتی ہے:

صاحب سیرت فخر العارفین نے پانی شربت اور دودھ کی مثال دیتے فرمایا۔ یہ تینوں رقیق چیزیں ہیں اور استعمال کی جاتی ہیں بتاؤ کہ تشنگی کس سے جاتی ہے خود ہی فرمایا پانی سے

شربت سے کیوں نہیں جاتی اور اُس کی وجہ کیا ہے خود ہی فرمایا کہ شربت بوجہ شیرینی کے کہ وہ عارضی ہے کثیف ہو گیا ہے کثافت کی وجہ سے محل تشنگی میں اور اس میں موضع کے ہر ہر جزو میں کامل طور پر دخل نہیں پاتا اور سرایت نہیں کر سکتا اس لیے تشنگی کو دور نہیں کرتا اور پانی لطیف ہونے کی وجہ سے اس موضع کے ہر ایک جزو میں خوب دخل پاتا اور سرایت کر جاتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے ایسا ہی سماع کے تین درجے ہوتے ہیں کبھی مضمون کثیف وارد ہوتا ہے اور کبھی لطیف سے بھی لطیف۔

سماع کے آداب:

ارشاد ہوا کے سماع کے آداب سے یہ ہے کہ باوضو رہے مودب بیٹھے اور دورانِ سماع میں کچھ نہ کھائے اور کلام نہ کرے وقت سماع ذکر و فکر میں مشغول رہے لوگوں کے حال وقال کی طرف تماشائی کی طرح نہ دیکھے ضرورت پیش آئے تو صاحب حال کو سنبھالے تاکہ صاحب حال کو کوئی تکلیف اور صدمہ نہ پہنچے۔ صاحب حال اگر چت لیٹا ہوا ہے تو اُسے کسی کروٹ سے لیٹا دے چت نہ رہنے دے اِس میں تکلیف کا اندیشہ ہے صاحب حال کی تعظیم کرے اگر بے خودی میں میں لیٹا ہوا ہے تو اُسے پھلانگ نہ جائے کہ اُس کا قلب ذاکر ہے اور ذکر قابلِ تعظیم ہے۔ صاحب حال کے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت سے باز نہ رکھے کسی کے حال کو روکنا طریقت میں ممنوع ہے اس سے حبس پیدا ہوتا ہے لیکن شیخ بعض وقت مصلحتاً و تعلیماً ایسا تصرف کر سکتا ہے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ امیر خسرؒو محفل سماع میں رقص ہاتھ اوپر اٹھا کر کرتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے ان کے ہاتھ کو نیچے کر دیا اور فرمایا کہ تم دنیا داری سے تعلق رکھتے ہو تم کو نہیں لائق ہے کہ سر سے اونچا ہاتھ کر کے رقص کرو۔ اس روز سے امیر خسرو مٹھی باندھ کر ہاتھ نیچے چھوڑ کر ہمیشہ رقص کرتے۔

سماع کے آداب صاحب کشف المحجوب کی نظر میں:

سماع کے خاص اداب یہ ہیں کہ جب تک تجھے ضرورت محسوس نہ ہو تو سماع سماع نہ کرے اور اسے عادت کے طور پر بھی اختیار نہ کرے اور جب سماع کرے تو کافی دیر کے بعد کرے تاکہ اس کی تعظیم تیرے دل سے محو نہ ہو، اور یہ لازمی امر ہے کہ جب تو سماع کرے تو پیر

ومرشد اس جگہ حاضر، اور سماع کی محفل میں عوام اور بے ذوق لوگ بالکل نہ ہوں اور پھر قوالوں کے لئے ضروری ہے کہ ماہرفن، صاحب عشق وحال وذی عزت ہوں اور سماع میں دل تمام مشاغل ودینوی سے فارغ ویک سو ہو جانا چاہیے اور طبعیت لہو ولعب واجب سے حالی ہو اور اگر سماع کے لئے طبعیت میں صلاحیت اور قوت برداشت نہ ہو تو محفل سماع میں کلف سے شامل نہیں ہونا چائے اور جب سماع کو خواہش شدت اختیار کرے تو اس کو اپنے آپ سے دور کرنا چاہیے اور اپنے وجد و ذوق کو سماع کا تابع کرو یعنی وہ جس امر کا تقاضا کرے اسی کو اختیار کرے اگر سماع وجد و سرور میں لائے تو وجد کرے اور جنبش میں آؤ اور اگر طبع میں سکون و آرام پیدا کرے تو ساکن ہو جاؤ نیز قوتِ طبع اور سوز وجد میں تجھے امتیاز کرنا چاہیے۔

پھر سماع سننے والے میں اس قدر تاب دیدار ہو کہ وہ راردات حق کو حوصلہ مندی سے قبول کرسکے اور ان کی سنجیدگی سے داد دے سکے۔

جب سماع کا غلبہ دل پر ہو تو بہ تکلف اس کو اپنے سے دور نہ کرے اور جب اس کی قوت وشدت ٹوٹ جائے تو تکلف کے ساتھ اس کو جذب نہ کرے اور چاہیے کہ حرکت وجد کی حالت میں کسی شخص سے بازو پکڑنے یا سہارا دینے کی خواہش نہ رکھے اور جب کوئی شخص بازو پکڑے تو اسے منع نہ کرے نیز کسی شخص کے سماع میں مداخلت نہ کرے تاکہ اس وقت پراگندہ نہ ہو جائے اور نہ ہی اس کے معاملے میں تصرف کرے۔

اگر قوال اچھا کلام کہہ رہا ہے تو اسے یہ نہ کہے تو خوش آواز ہے اور اگر وہ ناخوش آواز و ناگوار آواز میں کہہ رہا ہے تو بُرا بھلا نہ کہے اور ملامت نہ کرے نہ دل میں اس کے ساتھ عداوت رکھے، معاملہ سپردِ خدا کرے اور جو کچھ سن رہا ہے اسی کو اپنے لئے خوشگوار کرے۔

اگر کوئی جماعت سماع سن رہی ہو اور اس سے خاص تاثرات ولطائف دستیاب نہ ہوں تو معاملہ سپرد خدا کرے اور صبر وتحمل سے کام لے اور چاہیے کہ انسان سماع سے مستفید ہونے کے لیے مناسب وقت و ماحول کا انتظار کرے نیز سلطان وقت کے مرتبہ وجاہت کو مدِ نظر رکھے اور محفل سماع میں ایسی کوئی حرکت نہ کرے جو شیوخ وصوفیاء کے احترام کے خلاف ہو۔

میں جو علی بن عثمان شیخ کا ادراک احوال مُریدین میں : حال طاری ہونے کے وقت

مُرید صاحبِ حال کے افعال و حرکات مختلف ہوتے ہیں۔شیخ پر اِن حرکات کا منشاء بعض وقت ظاہر ہوتا ہے اور شیخ اس بات کا ادراک کر لیتا ہے اور اُسے جان لیتا ہے۔مثلاً مُرید کی ہاتھوں کی حرکت سے اور اس کے قدم مارنے اور کسی دوسری حرکت سے شیخ سمجھ لے گا کہ مُرید نے یہ فعل اِس وجہ سے اور اس خیال سے کیا اور یہ کہ اس قلب میں اب اتنی قوت آئی مگر یہ ادراک اُس وقت ہوگا جس وقت کہ خود شیخ کا قلب تعلقات سے سالم ہوگا۔اُس وقت مرید پر نظر کرنے سے وہ بات پہچان لے گا اور اس امر کے جان لینے سے شیخ کے قلب پر رُعب و ہیبت طاری ہوگی۔

صاحبِ اجازت وخلافت کا اختیار سَماع:

ارشاد فرمایا۔صاحب اجازت و خلافت بدون کسی سننے والے کے اور بغیر موجودگی کسی سامع کے تنہا صرف اپنے سننے کے لیے انعقاد مجلس سماع کر سکتا ہے اور قوالی تن تنہا سن سکتا ہے لیکن جو لوگ کہ صاحب اجازت و خلافت نہیں ہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے وہ چند برادران طریقت کی حاضری و موجودگی میں ہی انعقاد مجلس سماع کر سکتے ہیں۔

اَوّل و آخر فاتحہ خَوانی:

معتبر طریقہ سے سنا گیا ہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ ؒ کا اوائل میں جبکہ آپ غازی پور میں تشریف فرماتے (معمولات سے تھا) کہ سماع شروع ہونے سے پہلے مختصر فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب فرماتے شیرینی خواہ موجود ہوتی یا نہ ہوتی اس کے بعد آغاز سماع کی اجازت فرماتے اور سماع ختم ہو جاتا تو اُس وقت بھی فاتحہ خوانی فرماتے لیکن آخری زمانہ میں آپ کا معمول نہ تھا اور دورانِ سماع میں طعام و کلام آپ نہ فرماتے۔الا ماشاء اللہ۔

قدر و منزلت:

ارشاد فرمایا جو لوگ کہ حال کی تعظیم کرتے ہیں اُن کے لئے معراج ہے تم لوگ حال کی تکریم و تعظیم نہیں کرتے ہو۔

صاحبِ حال سے حُسن وظن:

حال کئی قسم کا ہوتا ہے تم لوگ کسی کے حال کو بناوٹ نہ سمجھنا یہ خطرہ فاسد ہے حضرت

سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے سامنے اگر کوئی تصنع سے بھی حال کرتا تو آپ اُس کو تعظیم کرتے تم لوگ تماشہ چاہتے ہو کہ دیکھیں فلاں کس طرح رقص و حال کرتا ہے اور فلاں کس طرح رقص و حال کرتا اور فلاں کس طرح سالک کو چاہیے کہ اپنی حالت پر غور کرے نہ یہ کہ دوسرے کے حال کو دیکھے۔

حال میں بے ساختگی:

ارشاد فرمایا۔ اگر ذوق و شوق کا حال شروع ہو تو جس طرح کی کیفیت پیدا ہو اُسی طرح کرنا چاہیے یعنی اگر حال رقص کا ہے وقیام نہ کرے اگر قیام کا ہے تو رقص نہ کرے حال کے لانے میں تکلف نہ کرنا چاہیے۔ مگر مبتدی کو ذکر و فکر اور ضرب تو لگانی چاہیے تاکہ کسی قسم کا حال وارد نہ ہو مبتدی کے علاوہ اوروں کو اگر حال نہیں آتا ہے تو سماع سے ذوق لیں معانی اور مفہوم پر غور کریں اگر خدا کو منظور ہوا تو حال آئے گا منتہی کو حال میں تکلف اس مقام میں اور ان اشعار پر کرنا چاہیے جن اشعار پر کہ اس کے پیر و مرشد کو حال آیا ہو۔

حال باطباعِ شیخ:

ارشاد فرمایا۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بار قوال حضرات باباصاحبؒ کی بارگاہ سے حاضری دے کر حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ نے اُن سے فرمایا کہ وہ غزل اور وہ شعر ہمیں سناؤ جس پر کہ ہمارے خواجہ فرید الحق والدین قدس سرہ کو کیف ہوا اور سن کر آپؒ نے رقص و حال فرمایا۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ اکثر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حضرت شیخ کو شعر پر کیفیت ہوئی۔ اس شعر پر آپ کو اگر جوش نہ ہوتا تو پھر آپ بہ تکلف رقص فرماتے اور غیب سے آپ پر حال وارد ہو جاتا تھا۔

اپنے شیخ کا راستہ:

حضرت قبلہ نے نصیحت فرمائی کہ جس قسم کا رقص و حال اپنے پیر و مرشد کے یاں دیکھنا ویسا ہی کرنا ابدیدہ ہو گئے اور فرمایا حال و کیف بہت قسم کے ہیں لیکن ہمیں ان سب سے کیا ہمیں تو اللہ وہ ہی نصیب فرمائے جو ہمارے پیر و مرشد کا حال ہے ہمیں آج کل بنگلہ گانے بہت اچھے

معلوم ہوتے ہیں اور جو لطف بنگلہ گانے میں آتا ہے وہ اردو اور فارسی وغیرہ میں نہیں آتا تم لوگ نہیں جانتے ہو کے محبت شیخ اور اتباع شیخ کیا چیز ہے ارشاد فرمایا ہمارے یہاں چند باتیں ہیں جو دوسرے طریقوں سے تھوڑا مختلف ہیں۔تم نے ہندوستان میں دیکھا ہوگا کہ سماع میں جب کسی شخص کی کفیت ہوتی ہے تو اُس کے ساتھ سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔مگر ہم مریدوں کے حال پر کھڑے نہیں ہوتے حالانکہ آداب سماع سے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پر کیفیت طاری ہو وہ کھڑے ہو جائے تو سب کو کھڑا ہونا چاہیے اور امام غزالیؒ نے بھی (احیاء لعلوم) میں دربار آداب سماع میں لکھا ہے اسے ہم بھی جانتے ہیں اور یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن ہم کیا کریں ہم نے اپنے شیخ کو اپنی محفل میں مریدوں کے کیف ووجد پر کھڑے ہوے نہیں دیکھا ہمیں تو اپنے مشائخ کے طریقہ چلنا چاہیے۔ہاں جب ہندوستان میں ہم ان لوگوں کی محفل میں شریک ہوتے تھے تو ان کے آداب کے مطابق ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے کبھی کبھی یہاں بھی کھڑے ہو جاتے تھے جب ایک کا دوسرے پر گرنا اور جگہ کا تنگ ہو جانا دیکھتے ہیں اسی طرح ہمارے پیرومرشد قدس سرہ بھی کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

صد ہا لوگوں پر حال وکیف:

پیارے میاں سے دریافت فرمایا کبھی تم نے ہندوستان میں بھی دیکھا کہ سو دوسو ادمیوں پر اک ہی وقت میں جو کیفیت کہ یہاں طاری ہوتی ہے وہاں بھی بیک وقت اتنے ادمیوں پر ایسی کیفیت ہوتی ہے ہندوستان میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ دس بارہ منٹ سے زیادہ کیفیت نہیں رہتی انہوں نے عرض کیا کے اس زمانے میں اور کہیں نہ ایسا دیکھا ہے نہ سنا ہے ارشاد ہوا تم ہم سے محبت رکھتے ہو اس لیے تمہیں بتا دیا کہ ہم نے احیاء العلوم اور بہت سی کتابیں اس کے متعلق دیکھی ہیں یہ مت خیال کرنا کے امام غزالیؒ نے تو کھڑا ہونا لکھا ہوا ہے اور ہم کھڑے نہیں ہوتے تو ہم جانتے نہیں ہیں ہم جانتے ہیں اور ہمیں خدا نے اپنے فضل سے سب علم دیا ہے ایک موقع پر اس بارے میں ارشاد ہوا تعظیم اُمتی کی نبی پر اور تعظیم شاگرد کی اُستاد پر نہیں ہے مرید بمنزلہ شاگرد کے ہے اس لیے سماع میں ہم اپنے یہاں کھڑے نہیں ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ جناب نے کیا ہی محققانہ اور عالمانہ دلیل دی ہے اس سے قبیلہ کے شوق مطالعہ اور تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے اور آنے والے وقت کے لیے اجتہاد کے دروازوں کو کھلا رکھا ہے۔ یہ جناب کی روشن ضمیری کی بہت بڑی مثال ہے

سماع کے متعلق بعض نصائح:

ارشاد فرمایا کہ ہم نے سنا کہ نبی رضا خان سے فلاں جگہ محفل سماع میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا اس لیے کہ ہمارے سلسلہ کے ایک آدمی پر دیر تک کیف طاری رہا کرتی تھی اور لوگوں کو زیادہ کھڑا رہنا ناگوار گزرا تھا اور ان صاحب حال کو محفل سے نکال دیا اس واقعہ کے بعد سے نبی رضا خانؒ اپنے مریدوں کو لے کر حلقہ کرتے رہے اپنے خلیفہ سے فرمایا کہ جب کبھی حضرت شاہ طیبؒ (قطب بنارس) کے عرس میں حاضر ہو تو تم بھی اپنا حلقہ جمانا ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچے بلکہ اگر ممکن ہو وہاں اپنا علیحدہ مانگ لینا اور کہہ دینا بابا ہم دیہقانی آدمی ہیں ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو ہمیں ایک کمرہ دے دیں اپنے لوگوں کو لے کر ہم وہاں الگ حلقہ کرلیں گے تاکہ دوسروں کو ناگوار نہ گزرے فرمایا بابو اپنے کو سب سے حقیر جاننا بھلا ہمارا شمار مشائخین میں کہاں۔

جوش وخروش وجدوحال:

ارشاد فرمایا کہ مبتدی کے لئے جوش وخروش اور وجدوحال ازبس ضروری شے ہے اس سے انشراع صدر ہوتا ہے مبتدی مثل خام اور کچی چیز کے ہے۔ اور کچی چیز کو پختہ کرنے کے لیے جوش وابال لانا ضروری ہے جیسے کے چاول جب اس کو پکانا چاہتے ہیں تو اس کو خوب ابال دیتے ہیں تاکہ پختہ اور لذیز ولطیف ہو جائے۔ جوش وخروش والے کو صاحب حال کہتے ہیں۔ زمانہ جوش کی ایک مدت معین ہے اس کے بعد سالک کی ترقی ہے تو وہ صاحب مقام کہلاتا ہے صاحب مقام کے لیے جوش وخروش اور وجد وحال کا آنا غیر مناسب اور باعث خرابی ہے جیسے کہ پختہ چاول اگر اس کو دوبارہ پکایا اور ابالا جائے تو بدمزہ ہو جائے گا بس مقام صاحب کے لئے سکون اقرار ضروری ہے۔

خلفاء کو نصیحت:

فرمایا آپ لوگوں کا زمانہ جوش وخروش اب ختم ہوا۔ آپ لوگوں کو وجد وحال کا آنا غیر مناسب اور باعث خرابی ہے جب آپ جوش وخروش و حال میں ہوں گے تو مریدین کی دیکھ بھال اور نگہداشت کیسے کرینگے لہذا محفل سماع میں آپ کو قرار وسکون سے رہنا چاہیے اور مریدین کی نگرانی کرنی چاہیے اور خلفاء کو بعض خاص باتیں اس باب میں ارشاد فرمائی۔

محترم جناب حافظ مقبول احمد صاحب نے ارشادِ مبارک کو نظم فرمایا

قوال کو دوسری چیز نہ دی جائے:

حضرت قبلہ وکعبہ روحی سے ایک صاحب کا واقعہ عرض کیا گیا کہ اجمیر شریف میں ان پر بہت زور کی کیفیت طاری ہوئی ۔ جتنے روپے پاس تھے قوال کو سب لے دیئے پھر اپنے کپڑے دے دیئے اس کے بعد اپنے دوست کی شال اتار کر یہ بھی قوال قوال کو دے دی۔ یہ صاحب سلسلہ عالیہ کے مرید تھے اس واقعہ کو سن کر ارشاد فرمایا اپنی چیز قوال کو دے دی یہ اور بات ہے مگر پرائی چیز پر ان کا زور دعوی کیا تھا کہ اپنے جوش ومستی میں سے بھی قوال کو دے ڈالا ایسا نہ چاہیے۔

اعتدال ومیانہ روی چاہیے:

فرمایا عظیم آباد (پٹنہ) میں ایک درویش تھے جن میں قوالی سننے کا بہت ذوق تھا انہوں نے اپنی جائداد بیچ کر قوالوں کو کھلا دی قوالی کا ایسا ذوق وشوق نہیں ہونا چاہیے فرمایا ہمیں بھی اوائل (غالبًا زمانہ قیام غازی پور) میں قوالی کا بہت ذوق وشوق تھا ایک گانے والا ہم نے نوکر رکھا تھا بعض دفعہ ہم اسے نیند سے جگا کر گانا سنتے تب ہمیں نیند آتی تھی مگر قوال کو دینا سب استطاعت واعتدال کے ساتھ تھا۔

مغلوب الحال:

ایک موقعہ پر انھیں صاحب کے متعلق فرمایا کہ وہ مغلوب الحال تھے کہ ہر چیز اپنی جوش میں قوال کو دے دی فرمایا ذوق وشوق سے انسان کو اپنی حیثیت سے زیادہ کام نہ کرنا چاہیے۔

پیشہ ور قوال نہیں تھے:

آپؒ کے دربار عالی میں پیشہ ور قوال نہ تھے بلکہ اصحاب طریقیت میں سے بعض معزز لوگ تھے کے اس کام سے موزونیت و مناسبت رکھتے تھے وہ اپنے ذوق وشوق میں یہاں سماع کیا کرتے تھے نہ کسی دینوی معاوضہ کے طلبگار تھے نہ ان کو کبھی روپیہ پیسہ دیا گیا۔

قوالی میں ارشاد ہوا کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی بارگاہ میں قوالی کرنے والے زیادہ تر آپ کے مرید اور اصحاب طریقت اور درویش ہی تھے ہمارے دیش میں قوالی کرنے والے پیشہ ور قوال نہیں ہیں ۔ اگر ہو سکے تو تم بھی اصحاب طریقت سے غزل خواں اور نعت خواں بنا لینا۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہمیں قوالی سننے کا ذوق زیادہ ہے اور ہم لوگ غریب آدمی ہیں پیشہ ور قوالوں کو ہم کہا تک روپیہ پیسہ دیں گے بس یہی بہتر ہے کہ آپس میں کوئی گایا اور کوئی رویا۔

راستے کی قوالی:

ایک عقید تمند جن کا مکان کئی میل کے فاصلہ پر تھا جب زیارت قدم بوسی کے ارادے سے روانہ ہوتے تو جذبہ شوق میں اشعار پڑھتے اور ذوق وشوق میں روتے ہوئے خدمت مبارک میں حاضر ہوتے ہم خادموں سے ارشاد ہوا کہ ہمارے حضرات مشائخؒ میں ایک بزرگ تھے ان کی نسبت ہم نے سنا کہ جب اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ذوق محبت میں اور اشکبار ہو جاتے اس حال میں زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اس ارشاد سے اان عقیدت مند بھائی کی تحسین ہم خادموں نے سمجھی اور پھر یہ جدت طبع ظاہر ان صاحب سے ہوتی کہ سو پچاس آدمیوں کی جماعت کے ساتھ آنے لگے اور راستہ سے ہی قوال کتے اور گاتے اور ڈھول بجاتے جوش و مستی کے عالم میں آنے لگے اس طرز جدید کو ناپسند فرمایا گیا اور ارشاد ہوا کہ راستہ میں قوالی کرتے ہوئے آنا یہ کہاں دیکھا کہاں پایا تم جو ایسا کرتے ہو اس کی کیا سند ہے صاحب حال کے لئے حضر میں یعنی اپنے گھر میں اجازت ہے کہ محفل سماع اور جوش و خروش کر سکتے ہیں یا سفر میں جہاں شب میں قیام و منزل ہو ایسا کر سکتے ہیں راستہ میں ایسا نہ کرنا چاہیے اس امر کو ناپسند فرمایا اور منع کیا ان صاحب سے بعض پیر بھائیوں نے ان افعال ناپسندیدہ کو ترک کیا اور اس سے بچنے کے لیے کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ایک جماعت کے ساتھ آنا یہ

ہمارے حال کا تقاضہ ہے اس بات کو حضرت قبلہ و کعبہؒ نے سنا تو ہم خادموں سے فرمایا تم لوگ نابالغ تو نہیں ہو تم لکھے پڑھے لوگ ہو تمہیں ہم کہاں تک سمجھائیں تم کو خود خیال چاہیے۔

برسر راہ قوالی کرتے گاتے بجاتے آنا کہاں دیکھا منشاء مبارک نصیحت کا یہ تھا کہ حضرات بزرگان دین سے جو باتیں منقول نہیں ہیں وہ بغیر سند و دلیل ہے اس کو نہ کرنا چاہیے راستہ بازار میں قوالی چلتے پھرتے کرنا درست نہیں ان نصیحتوں پر ایک صاحب نے عرضکیا کہ مست میخانہ سے باہر ہو کر اگر گائے بجائے مستی کرے تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ وہ مدہوش ہے آپؒ فرمایا کی مست جب میخانہ سے باہر ہو کر مستی کرتا ہے تو لوگ ڈھیلا مارتے ہیں اور تالی بجاتے ہیں اور مذاق کرتے ہیں ایسا کرنے سے محل اعتراض بنو گے میخانہ کا راز میخانہ سے باہر نہ جانا چاہیے۔

ایک اعتراض کا جواب:

شیخ العارفین حضرت سیدنا دادا پیر صاحب قبلہؒ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ مراقبہ میں خاموش ایک خیال اور ایک دھیان کے ساتھ بیٹھنا ہوتا ہے ہم بلی کو دیکھتے ہیں کہ اپنے شکار اور اپنے دھیان اور خیال میں کیسی چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے یہاں تک کہ اپنے کان اور اپنے دم کا بھی جنبش نہیں ہونے دیتی تو پھر لوگ کہ محفل سماع میں سکوت اور خاموشی کے بجائے نعرے لگاتے اور وجد و رقص کرتے ہیں۔ اُن لوگوں میں کس طرح دھیان اور خیال کی یک سوئی رہ سکتی ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی یہ معترض امّی تھے ان کے فہم کے مطابق جواب ارشاد فرمایا کی تم نے ٹھیک کہا لیکن تم نے یہ بھی نہ دیکھا ہو گا کہ بلی جب اپنے شکار اور اپنا مطلوب پا لیتی ہے تو خوشی میں کیسا جست کرتی اور کودتی ہے اور مسرور ہو کر کس طرح اپنے شکار سے کھیلتی ہے ایسا ہی حال صاحب سماع کا ہے اول تو خاموش اور مراقب بیٹھے رہتے ہیں جب ان کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور ان کا مقصد حاصل ہوتا ہے تو وہ سرور خوشی میں نعرے لگاتے اور وجد رقص کرنے لگتے ہیں معترض چپ ہو گئے اور مان گئے۔

آپ کا حال و کیف:

جناب خادم علی صاحب ساکن موضع مراد آباد کے مکان پر محفل تھی اور یہ ابتدا زمانہ

آپ کے اشاعت طریقت کا تھا اس محفل میں آپؒ پر حال طاری ہوا محفل برپا ہوگئی کہ دفعتاً آپؒ نے اپنی جگہ سے حرکت فرمائی اور پورے مجلس میں ایک بار رقص وگردش کے بعد آپؒ اپنے جگہ پر آگئے آپؒ نے بس یہ ایک ہی چکر پورا فرمایا جس سے یکبارگی مجلس میں ایک تلاطم برپا ہو گیا اور تمام اہل مجلس پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اور حاضرین محفل نے اپنے جسم سے اور اپنے ہر رگ و ریشہ سے ایک آواز اللہ اللہ کے ذکر کی سنی یعنی تمام جسم کے رگ و ریشہ سے اللہ اللہ کا ذکر جاری ہوگیا جیسے محفل کے حاضرین خود سنتے تھے اور محسوس کرتے تھے ان کا بال بال ذکرِ الٰہی کر رہا تھا اس کے علاوہ مکان کے در و دیوار سے اور ایک ایک اینٹ سے ذکرِ اللہ اللہ کی آواز سنتے تھے بس یہ ایک واقعہ محفل سماع میں آپؒ کے حال و وجد کا خادموں نے دیکھا تھا۔

ایک دوسرا واقعہ:

ارشاد ہوا شروع ایام میں جب ہم پر کیفیت طاری ہوتی تو بہت دنوں تک رہا کرتی ایک دفعہ جبکہ ہم غازی پور میں تھے موذن نے اذان دی اور کہا اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُولُ اللہ تو ہماری زبان سے نکلا یہ کیا کہا اور کیف ہم پر وارد ہوا جو چھ ماہ تک رہا چھ ماہ کے بعد ہماری یہ کیفیت ختم ہوئی۔

ایک تیسرا واقعہ:

فرمایا جب ہم گلبرگہ شریف گئے ہم پر ایک کیفیت طاری تھی یہ کیفیت اس وقت شروع ہوئی تھی جب سیدنا حضرت میر سید ابوالعلا قدس سرہ کے مزار پر قول سے یہ شعر ہم نے سنا۔

دیدہ لبریزم سراپا انتظار کیستم ذوق دیدار کہ دارم بیقرار کیستم

یہ شعر ہم اکثر پڑھا کرتے تھے اور ایک اناس کو ہاتھ میں لیتے رہتے اور اُسے دیر تک دیکھا کرتے تھے لوگوں نے خیال کیا کہ ہم اناس کو ہاتھ میں لئے رہتے ہیں ہمیں اناس پسند ہے اور یہ پھل تحفہ کے طور پر ہمارے پاس لانے لگے حالانکہ یہ بات نہ تھی کہ اناس کے پوست کی ساخت حلقہ ہائے چشم سے مشابہ ہے گویا وہ اتنی آنکھوں سے اپنے مطلوب کو دیکھ رہا ہے

انتظار میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ لبریز اور چشم براہ ہے۔ یہ منظر ہمیں بھلا معلوم ہوتا تھا ۔اس لئے ہم اناس کو ہاتھ میں لئے ہوئے دیکھا کرتے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

دیدہ لبریزم سراپا انتظار کیستم ذوق دیدار کہ دارم بیقرار کیستم

ایک حالت خاص:

ایک بار آپؒ سفر اجمیر شریف سے کئی ماہ کے بعد مکان پر تشریف لائے شب کو اپنے حجرے میں آرام فرماتے تھے کہ آپؒ کی اہلیہ محترمہ حجرے میں تشریف لائیں یہ پچھلی رات کا وقت تھا اس وقت آپ بیدار تھے ان کو دیکھ کر زبان مبارک پر جاری ہوا تم کون ہو انھوں نے نام بتایا پھر انکا نام لیا اور پوچھا وہ کون ہیں انھوں نے اپنے والد کا نام بتایا کہ فلاں کی بیٹی آپؒ نے فرمایا وہ کون ہیں اس طرح سوال و جواب ہوئے اور ان پر ایک ہیبت اور رعب ایسا طاری ہوا کہ الٹے قدموں واپس چلی گئیں کچھ دیر کے بعد جب اس حالت سے دوسری حالت میں اتر آئے تو دوبارہ تشریف لائے اور کہا اتنے عرصہ کے بعد آپ گھر آئے ہیں تو عورت کو دیکھ کر آپ کیا ڈر گئے تھے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے مجھے نہ پہچانا اس پر آپ نے حضرت رسول مقبول ﷺ اور حضرت عائشہؓ کا واقعہ بیان فرمایا کہ آپؐ نے پوچھا تم کون ہو انھوں نے جواب دیا عائشہ آپ نے فرمایا کون عائشہ انھوں نے کہا ابوبکر کی بیٹی آپ نے پوچھا کون ابوبکرؓ کہا محمد ﷺ کے یار غار فرمایا کون محمد ﷺ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ پر رعب طاری ہو گیا اور سامنے سے ہٹ گئیں پھر حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے جبکہ وہاں بس اللہ ہی اللہ ہوتا ہے نہ کوئی رسول ہوتا ہے نہ کوئی صدیق اور نہ کوئی شہید۔

حضرت مخدوم بانسوی کا واقعہ:

سیدنا حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسویؒ کا واقعی بھی ایسا ہی ہے کہ حالت خاص آپ پر طاری تھی کہ آپ کے صاحبزادے آپ کے سامنے سے گزرے آپ نے پوچھا تم کون انھوں نے اپنا جواب دیا شائد غلام دوست محمد آپ نے فرمایا کون غلام محمد انھوں نے جواب دیا فرزند سید عبدالرزاق آپ نے فرمایا کون عبدالرزاق انھوں نے کہا مرید حضرت مخدوم شاہ سید عبدالصمد

آپ نے فرمایا کوں حضرت مخدوم شاہ سید عبد الصمد اس پر دہ سامنے سے ہٹ گئے اور صبح کو یہ واقعہ اپنے استاد صاحب کو بیان کیا انھوں نے خود حضرت سے جا کر کہا کہ آج میاں کے ساتھ ایسا ماجرا گذرا آپ سن کر بے قرار ہو گئے اور صاحبزادے صاحب کو بلا کر اسی وقت پوچھا کہ اُس وقت ہماری زبان سے کچھ اور تو نہیں نکلا تم ہمیں ہر وقت اپنے باپ ہی سمجھا کرو اور جب ہم پر ایسی حالت ہو ہمارے سامنے سے ٹل جایا کرو ایسی حالت میں اچھا بُرا زبان سے نکل جائے وہی ہو جاتا ہے۔

برزخ کبریٰ:

ہمارے حضرت قبلہ روحی فداہ پر ایک کیف اور ایک عالم غیوبیت ہر وقت رہا کرتا تھا اور اللہ اللہ یہ پُر اثر اور دردناک نعرہ زبان پاک پر اکثر جاری رہا کرتا لیکن بندگان خدا پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ اُس حالت میں بھی اگر کوئی حاضر خدمت ہوتا تو آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس کا کام اسی وقت کر دیتے تھے جن امت مرحومہ کے افراد کاملین کی یہ شان ہے تو خود سر چشمہ قربت الٰہی کے باوجود شفقت علی الخلوق کی ظاہر ہے کہ کیا شان ہو گی مدح رسول اکرم ﷺ میں کیا خوب کسی بزرگ نے فرمایا۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل   خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

مجلس محفل کا ایک عجیب وغریب واقعہ:

۱۳۵۰ھ ذی الحجہ کو عرس شریف حضرت مولائے ومرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدس سرہ کے موقع پر صحن درگاہ میں مجلس سماع برپا تھی مجمع بہت زیادہ تھا اور جناب مکرم صاحب میاں صاحب قوالی کر رہے تھے کہ یکبارگی سامعین پر وجد وحال کی ایک خاص اور نرالی حالت وارد ہو گئی اور مجلس کا یہ حال تھا کہ بے خود و سرشار تھا اور کوئی متنفس اس حال سے محروم نہ تھا اس حالت نے دفعتاً دوسرا رنگ اختیار کر دیا اور وجد و رقص اور گریہ وزری اور بے خودی و سرشاری کی حالت میں یک بیک ہر زبان پر ذکر ھو ھو کی آواز بلند ہو گئی اور اس حالت کے کیف و جوش کا یہ عالم ہوا کہ لمحہ اور لحظہ بہ لحظہ ترقی کرتا جاتا تھا۔ صدہا حاضرین اس وقت مجلس پاک میں موجود تھے سب کا یہی رنگ تھا اور ایسی کیفیت خاص نمایاں تھی کہ کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ یہ

نقشہ بہت دیر تک رہا یہ عالم ہوا اتنی دیر تک رہا کہ اب خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اگر ذرا دیر اور یہی حالت رہی تو لوگوں کی روحیں پرواز کر جائیں گی۔ اس نوبت پر پہنچ کر صاحب میاں صاحب گانے والے نے خود گانا بند کر دیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ ذرا دیر میں کیا سے کیا ہو جاتا سماع بند ہونے کو کچھ دیر بعد رحمت خداوندی سے لوگوں کو افاقہ ہوا اور ہوش و حواس بحال ہوئے۔ جناب حضرت میاں ہمارے حضرت قبلہؒ کے صحبت یافتہ اور قدیمی حاضر باش تھے۔ اور ہمیشہ عرس شریف وغیرہ میں حضرت قبلہؒ کے سامنے زیادہ تر وہ ہی قوالی کیا کرتے تھے انھوں نے بعد کو فرمایا کہ ایک بار سماع میں ایسا ہی حال اور ایسا ہی جوش و خروش اور یہی رنگ حضرت قبلہؒ کے روبرو پیش آیا تھا اور مجلس میں ہر شخص پر یہی حال آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔ کہ ہو ہو کی آواز ہر طرف سے آتی تھی۔ اور وہ عجب زور وقوت اور شدت کا حال تھا کہ ایسا کبھی نہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسی حال و کیف میں روحیں پرواز کر جائیگی۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے سماع بند کر دیا تھا اب وہ ہی نقشہ دیکھا تو میں نے بھی سماع بند کر دیا ایسا دستور مبارک دیکھ چکا تھا۔

مکرر اور فوراً مجلس سماع ممنوع ہے:

ایک بار سیدنا حضرت شیخ العارفین کے عرس شریف میں محفل سماع آپ کی حضوری میں ہوئی اور اختتام سماع کے بعد آپ نے مجلس سے تشریف لے گئے اور اکثر لوگ سماع خانہ میں آپس میں بات چیت کرتے اور پان کھاتے پیتے تھے ایک بار شریف کے مجذوب درویش مقبول مستان آگئے اور اپنے جوشو خروش مستی میں گانے لگے جس پر بعض آدمیوں میں جوش پیدا ہو گیا مقبول مستا نے قوالوں سے کہا کہ آؤ اور گاؤ اور قوالوں نے ساز بجا کر با قاعدہ قوالی کا از سر نو آغاز کر دیا ایک مجلس سماع کے اختتام ہونے کے بعد یہ دوسری مجلس سماع برپا ہو گئی لوگوں کو خوب وجد و کیف ہوا اور پھر کچھ دیر کے بعد سماع بند ہو گیا صبح بعد نماز فجر دوسرے سمجھدار اصحاب سے خطاب فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا یہاں مجلس سماع اور فاتحہ خوانی کے اسرار خاص ہیں سماع اور فاتحہ کے وقت حضرات انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ نزول جلال ہوتا ہے ارواح مقدسہ کو دوبارہ تم لوگوں نے کیوں تکلیف دی یہ ادب کے خلاف تھا آداب کے خلاف نہ ہونا چاہیے۔ فرمایا جب ہم ہندوستان غازی پورہ میں تھے اور بارھویں ذیقعدہ کو

ہمارے حضرات والد صاحب قبلہؒ کی فاتحہ گھر پر ہماری والدہ ماجدہ کرتی تھی تو ایک مرغ ذبح ہوا کرتا تھا اور تھوڑا تھوڑا کھانا پکا کر فاتحہ دی جاتی تھی تو اُس وقت ہمیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس فاتحہ کے وقت رحمت خداوندی کا ظہور اور ارواح مقدسہ کا نزول ہوتا تھا۔ ہمارے حضرت قدس سرہ کے معاملات خاص ہیں اس ارشاد پر سب لوگوں نے ندامت وشرمساری کے ساتھ معافی کی خواستگاری کی اور آپ نے فرمایا اَلحمدُللہ علیٰ ذالِکَ

ستوں کی پیروی نہ کرو:

ایک موقع پر ان ہی مقبول مستان نے سماع کی حالت میں مزار شریف پر کچھ افعال مجذوبانہ کیئے اور دوسروں کو بھی ترغیب دی کہ تم بھی ایسا ہی کرو لوگوں نے ان کی طرح سے کیا آپؒ نے سنا تو نصیحتاً فرمایا تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا اور ناپسندیدگی ظاہر فرمائی اور فرمایا مقبول مستان نے یہ فعل کیوں کیا اور کہاں سے کیا اسے ہم جانتے ہیں وہ تو پاگل اور مجذوب ہے کیا تھا کرنے دیتے خود نہ کرتے کہ تم لوگ عاقل و بالغ ہو تم نے مجذابانہ حرکت کیوں کی آخر سب کا قصور معاف فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرشد پاک اپنے مریدین کے افعال کی معافی کے مجاز ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کا سننا:

دنیا میں تمام سننے والی چیزوں سے، جو دل و دماغ میں قوت و فروغ پیدا کریں، یقین و ایمان یں توانائی لائیں انسان کو صیح و مستند علم بخشیں، اور علمِ اشیاء و عرفان کائنات کا حیات افروز درس دیں، قرآن کریم کا رتبہ بدرجہا بلند رہا، کیونکہ سننے کی دیگر چیزیں خواہ وہ نثر میں ہوں یا نظم میں بہر کیف مخلوقات کی پیداوار ہوں گی لیکن قرآن اوّل تا آخرِ الٰہی ہے۔ ہر لحاظ سے مستند و معتمد ہے، اور ہر ممکن خطا سے منزّہ ہے، پس اِس کلامِ مقدس کا سننا نہ صرف رُوح و قلب کی حیات ابدی ہے بلکہ اس میں دنیا و عقٰبی کی تمام سعادتیں مضمر ہیں، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام ایمان دار اس کے سننے اور سمجھنے کے لئے مامور ہیں اور تمام کافر خواہ وہ آدمیوں کی جنس میں سے ہوں یا جنات کی جنس میں سے کلامِ خداوندی سننے کے لئے مکلفف ہیں، قرآن مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اُس کے پڑھنے اور سننے سے انسان کو تھکاوٹ یا ملال قطعاً محسوس نہیں

ہوتا، بلکہ طبیعت سرور و مطمین ہو جاتی ہے چنانچہ کفارِ قریش راتوں کو چھپ کر آتے، اور آنخضرت نماز میں جو قرآن تلاوت فرماتے وہ بھی اُسے بڑے ذوق وشوق سے سنتے اور اُس کی فصاحت و بلاغت اور رقت انگیزی پر متعجب ہوتے، جیسا کہ نضر بن حارث اِن سب سے زیادہ فصیح تھا، اور عتبہ بن ربیعہ جو بلاغت میں کمال رکھتا تھا، اور ابو جہل بن ہشام جو خطبوں اور دلیلوں میں ید بیضا کی طرح معجز نما تھا۔ اور انہیں کی مانند اور بھی بہت سے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک رات جب آنخضرت قرآن تلاوت فرما رہے تھے تو عتبہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑا، اور ابو جہل کو کہنے لگا اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں'' نیز خداوند کریم نے قرآن سننے کے لئے جنات کو بھیجا اور وہ جوق در جوق آئے، اور آنخضرت ﷺ سے خدا کا کلام سُنا فَقَالُوا اِنّا سَمِعنَا قُراٰناً عَجَباً۔ ''پس انہوں نے کہا کہ ہم نے خدا کا کلام سنا ہے، نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یَھدِیٓ اِلَی الرشدِ نَا مَنّابِه وَلَن نُشرِكَ بِرَبِّنَا اَحَداً۔ انہوں نے کہا یہ راہ راست کی طرف دعوت دیتا ہے، اور ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔'' پس قرآن کی نصیحت تمام نصیحتوں سے اچھی ہی، اس کے لفظ تمام لفظوں سے مختلف ہیں اس کے معانی تمام معانی سے زیادہ بسیط ہیں۔ اس کے احکام تمام احاکم سے زیادہ لطیف ہیں اور اسکے نواہی تمام نواہی سے زیادہ زجر وتوبیخ اور ڈانٹ جھڑک لئے ہوئے ہیں اسکے وعدے سب وعدوں سے زیادہ جانگداز ہے اور اس کے قصے تمام قصوں سے زیادہ سبق آموز اور اس کی مثالیں سب مثالوں سے زیادہ موثر و موزوں ہیں۔ جب عمرؓ بن الخطاب نے سنا کہ ان کی بہن اور ان کا بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں تو آپ تلوار سونت کر انہیں قتل کرنے کے ارادے سے نکلے جب وہ اپنی ہمشیرہ کے دروازے پر آئے تو وہ اندر تلاوت کہہ رہی تھی طٰہٰ مَآ اَنزَلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰٓی اِلَّا تَذکِرَۃً لِّمَن یَّخشٰی ''اے پیغمبر! ہم نے تجھ پر قرآن اِس لئے نازل نہیں کیا کہ تو حد سے زیادہ مشقت میں پڑے، مگر یہ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے'' یہ سن کر حضرتِ عمرؓ کے دل پر رقت طاری ہو ئی اور رنج و مخالفت کی جگہ محبت و موافقت نے لے لی اور آپ نے اس واقعہ سے اسلام قبول فرمایا۔ اور روایات میں ہے کہ جب آنخضرت کے سامنے صحابہ نی یہ آیت پڑھیا تحقیق ہمارے

پاس دردو اذیت ناک دوزخ اور نہ کہ کھایا جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' تو حضورؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور روایت ہے کہ ایک مسلمان نے حضرت عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑی۔ اَنَّ عَذَابَ رَبّکَ لَواقع ''تیرے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے، اسے کوئی دفعہ نہیں کرسکتا'' یہ سنتے ہی آپ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ آپ کو اٹھا کر گھر میں لے گئے اور خوفِ الٰہی سے آپ ایک ماہ تک بیمار پڑے رہے، اور روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن حنظلہؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ ''یعنی کفار کیلیے جہنم گہوارہ ہے اور ان کے اوپر قہر الٰہی کا پردہ ہے اس کو سنتے ہی آپ بے اختیار رونے لگے اور بے ہوش ہو گئے ہیں ،لوگوں نے سمجھا کہ آپ رحلت فرما گئے جب قدرے ہوش میں آئے تو فرمایا، اس آیت کی ہیبت مجھے بیٹھنے نہیں دیتی اور بیان کرتے ہیں کہ جنیدؒ روبرو کسی نے یہ آیت پڑھی یا یھاالذینامنو الم تقولونمالا تضحلون اے ایمان والو وہ باتیں دوسروں سی کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل پیرا نہیں'' ہم نے جو کچھ بھی کہا تیرے لیے تیری توفیق سے کہا اور جو بھی عمل کئے تیرے لیے تیری توفیق و تائید سے کئے پھر ہمارا قول ہمارے فعل کے خلاف کیونکر ہوگا اور یہ یہ روایت ہے کہ حضرت شبلیؒ کسی نے یہ آیت پڑھی۔ و اذ کرربک اذا انسیت ''اپنے پروردگار کو یاد کر جب تو اسے بھول جائے'' آپ نے فرمایا آنحضرتؐ تو اپنے پروردگار کو ایک لحہ بھی نہ بھولتے تھے یہ خطاب بالواسطہ مومنوں کو ہے جو کسی نہ کسی وقت اُسے فراموش کر سکتے ہیں۔'' اے مسلمانو! تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے کہا کہ ہم نے کلام اللہ کو سنا حالانکہ وہ غور سے سنتے ہی نہیں'' اور آنحضرتؐ نے ابنِ مسعود سے فرمایا اے ابنِ مسعود! تو مجھ قرآن مجید پڑھ کر سنا'' ابنِ مسعودؓ نے عرض کیا'' یارسول اللہؐ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں! جب آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا میں اوروں سے قرآن سننے کو محبوب رکھتا ہوں'' یہ اس امر پر واضح دلیل ہے کہنے سننے کی خواہش والا قاری سے بہت کامل الحال ہوتا ہے۔ کیونکہ حضورؐ سے فرمایا کہ میں اوروں سے قرآن سننے کو محبوب رکھتا ہوں۔ نیز آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود کی سماعت نے بوڑھا کر دیا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ سورۂ ہود قرآن مجید کی ایات کے تاثرات اس قدر گہرے اور رقت انگیز ہیں کتنے ہی مومنین تو ان کی ہیبت وجلال کی تاب نہ

لا سکے، ضرارہ بن ابیؓ صحابہ کبار میں سے ہیں آپ نے ایک آیت پڑھی' اور نعرہ مار کر جان دے دی، ابو جعفرؒ بزرگ تابعین میں سے تھے صالح مریؒ نے آکے سامنے ایک آیت پڑھی اور آپ جان بحق ہو گئے ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ کے ایک دیہات میں پہنچا وہاں ایک بڑھیا کو میں نے نماز میں کھڑا دیکھا جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے تبرک طور پر سلام کیا وہ بولی کیا تو قرآن کو جانتا ہے میں نے کہا ہاں اور احمد ابن ابی الجواریؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو دیکھا جس کے تن پر میلی سی گودڑی تھی اس نے مجھ سے کہا اے احمد! تو ایسے وقت میں پہنچا کہ مجھے سماع کی بہت ضرورت تھی کوئی آئیہ شریفہ پڑھ، تاکہ میں جان و دل سے سنو؟۔ ان الذین قالو او ربنا اللہ ثمہ اسقاموا۔" وہ لوگ ہی سچے مومن ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا واحد معبود پروردگار ہے اور پھر عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہیں اس جوان نے کہا اے احمد مجھے ربِ کعبہ کی قسم کہ تو نے وہی آیت پڑھی جو اس وقت فرشتہ میرے سامنے پڑھ رہا تھا اور یہ کہہ کر اسی وقت جان دے دی اللہ کی اس پر بخشش اور رحمتیں ہوں اور اگر اس معنی میں تمام حکایات لکھوں تو اپنے مقصد سے رہ جاؤں گا لہذا اسی قدر کافی ہے۔ اچھا ہے وہ اچھا ہے اور کچھ بُرا ہے وہ بُرا ہے یعنی مستحسن باتوں کا نثر میں سننا حلال و جائز ہے مثلاً خداوند کریم کی آیات سے استدلال کرنا اسلامیات و ایمانیات کی وضاحت کرنا اخلاق عالیہ کا درس دینا خالق کائنات کے شواہد معارف پر نظر کرنا تو ان ہی باتوں کو نظم میں کہنا اور سن لینا بھی بالکل حلال و جائز ہوگا۔ اسی طرح شرکیات بدعات اور فسق و فجور اور محرکات شرعی کا تذکرہ جس طرح نثر میں حرام ہے ویسے ہی نظم میں ناجائز ہوگا اور اگر لہو و لعب اور فسق و فجور کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ سمجھ کر بیان کیا جائے جیسا فاسقوں کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے اور جو حسن پرستی میں دن رات مصرف رہتے ہیں تو شریعت بالکل مہمل اور بے مقصد چیز ہو کر رہ جائے گی، نیز محرکات کے متعلق شریعت کی تمام حدود ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ واضح گمراہی ہے جس کو شعر و شاعری میں دخل دینا نہیں چاہیے اور جس وقت جاہل صوفیوں نے اہل طریقت میں سے کچھ کو دیکھا کہ وہ سماع کرتے ہیں، تو انہوں نے اس کے آداب و شرائط سمجھے بغیر کہہ دیا سماع ہر حال میں حلال ہے اگر حلال نہ ہوتا تو یہ لوگ نہ کرتے مگر ان جہلا نے ظاہر کی تقلید میں پڑ کر باطن کو بالکل چھوڑ دیا

حتی کہ وہ خود گمراہ ہوا اور بے نظم وضبط سماع کر کے انہوں نے اکثر مسلمانوں کو گمراہ کیا، پس سماع میں بھی اچھے بُرے اشعار یعنی حسب شریعت اشعار اور خلاف شریعت اشعار کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے اور تخریبی قسم کے کلام سے پرہیز چاہیے ورنہ قلب ودماغ مکدر ہو جائیں گے۔

اقوالِ مشائخ اور سماع:

سماع کے متعلق مشائخ کے کلمات بہت لطیف ہیں، اور یہ کتاب ان سب کی متحمل نہیں ہوسکتی، میں اختصار کام لیتے ہوئے چند اقوال نقل کرتا ہوں۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں ''سماع حق تعالیٰ کی واردات میں سے ہے اس سے دل کی امنگیں اور خواہش ابھرتی ہیں جو شخص اس کو حق کے ساتھ سنتا ہے وہ حق کی راہ پالیتا ہے اور جو شخص ہوا وہوس نفسانی کے ساتھ سنتاہ ے ،وہ زندیقی یعنی بے دینے میں پڑجاتا ہے۔''

اس قول سے قائل کی مراد یہ نہیں ہے کہ سماع خدا کے وصل کی علت ٹھہرایا کا گیا، بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ سننے والے کو سماع معنی حق کے ساتھ سننا چاہیے اور محض معنی کی لے اور سازوں کی حسین آواز پر کان نہیں رکھنا چاہیے اور بوقت سماعت اتنی محویت ہو کہ اس کا دل حق کی واردات کا محل بن جائے پس جب وہ معانی دل میں اترتے ہیں، تو دِل میں جوش حق پیدا کرتے ہیں، کیونکہ وہ سماع میں حق کے تابع ہوتے ہے، لہذا وہ مکاشف ہوگا اور بخلاف اس کے جو شخص محض حسن صوتی اور لذت نفسانی میں ڈوبا رہے گا وہ معانی اور کشف سے محجوب ہوگا۔

حضرت شبلیؒ فرمان:

''سماع کا ظاہر فتنہ ہے اور اس کا باطن سراسر عورت ہے اور جو لوگ اہل باطن ہیں ،ان کو سماع سے عبرت حاصل ہوتی ہے، ورنہ ان کے علاوہ دیگر شائقین سماع عموماً نفس کے فتنوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں'' اور مشائخ میں سے ایک فرماتے ہیں ''سماع اس کے آداب سے سنا جائے تو وہ اسرار الٰہی کی طرف راہنمائی کرتا ہے تا کہ اس سے ہمیشہ کے لیے حق کے ساتھ حاضر رہیں''۔

حضرت حضریؒ فرماتے ہیں ''میں سماع کو کیا کروں کہ جب معنی خاموش ہو جاتا ہے تو وہ خود بھی وجد اور واردات باطن سے منقطع ہو جاتا ہے حالانکہ سماع متصل اور دائم الاثر ہونا

چاہیے وہ محض وقتی سرور تک محدود نہ رہ جائے"۔اور شیخ نے یہ علامت اجتماع ہمت اور انتہائے محویت کی بتائی ہے، کیونکہ جب بندہ اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اسے درختوں، پودوں، پھلوں اور پھتروں سے بھی ایک اُٹو ہی اور ربانی سماع سنائی دیتا ہے اور روحانیت کا یہ درجہ بہت بلند ہے۔

سماع کی حقیقت اور مراتب:

سماع کی مثال سورج کی طرح ہے جو تمام چیزوں کو روشن کرتا ہے، مگر تمام چیزوں کے مزاج صلاحیت اور مرتبہ کے مطابق اثر انداز ہوتا ہے اور سب کو جدا جدا ذوق وشرف ملتا ہے، آفتاب کسی چیز میں جدت وتمازت پیدا کرتا ہے، کسی میں التہاب لاتا ہے، کسی کو پگھلا دیتا ہے، کسی کے نور وتجلی میں اضافہ کرتا ہے کسی کو قوس قزح کے سے رنگ عطا کرتا ہے کسی میں تازگی اور قوت نمو کا طوفان برپا کرتا ہے اور کتنے ہی جاندار اور بے جاندار عناصر ہیں جنھیں خواب سے عالم بیداری میں لے آتا ہے بالکل اسی طرح سماع کے سننے والے بھی مختلف مدراج طبائع اور مختلف استعدادیں رکھتے ہیں حقیقت میں ان کا الگ الگ تذکرہ کرتا ہوں تاکہ تو اچھی طرح سمجھ لے۔

شیخ ابو مسلم فارس ؒ فرماتے ہیں کہ "ایک درویش سماع میں اضطراب کرتا تھا۔ایک شخص نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا بیٹھ جا اس کا بیٹھنا تھا کہ جان رخصت ہوگئی" نیز حضرت جنید ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا اس نے سماع میں جان دی، ان حکایات کا فائدہ یہ ہے کہ مرید کو سماع کے غلبہ میں ایسا مقدس حال آنا چاہیے جس سے متاثر ہو کر فسق سے باز آئیں اور اس زمانے میں فاسقوں کا ایک گروہ سماع حاضر ہوتا ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم حق کے ساتھ سماع کرتے ہیں حالانکہ بذریعہ سماع گناہ کے کاموں میں زیادہ حریص ہوتے ہیں اور سماع ان کی تباہی کا باعث ہوتا ہے اور حضرت جنید ؒ سے استفسار کیا گیا کہ "اگر ہم کلیسا میں اس کی تباہی کی نیت سے جائیں کہ وہاں شرک وکفر کے اعمال دیکھ کر اسلام کی نعمت پر خدا کا شکر بجالائیں تو یہ جائز ہوگا یا نہیں آپ نے فرمایا "اگر تم کلیسا میں جانا چاہتے ہو تو جاؤ لیکن جب تم اس سے باہر نکلو تو ان میں چند آدمیوں کو مشرف با اسلام کر کے ہمراہ لاؤ ورنہ کلیسا میں مت جاؤ"۔

وجد، وجود اور تواجد:

وجد اور وجود دونوں مصدر ہیں، اور وجد و جود سے صوفیاء کا مقصد وحال ثابت کرنا ہے ، جوان پر سماع میں وارد ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو غم کا قرین ہوتا ہے اور دوسرا مسرت اور حصول مراد کا حامل ہے غم کا سبب تو اپنے محبوب سے مہجور و دور افتاد ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بحالتِ قبض ایک درویش مشاہدہ و تجلی سے محروم ہو جاتا ہے اور عین ذات سے ہجر کا یہ وقفہ اس کے لئے انتہائی اذیت دہ ہوتا ہے اور دوسرا اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہونا اور اس کے الطاف وتجلیات سے بہرہ ور ہونا اور لطیف لبیط کی یہ کفیت وجد کی کفیت ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ بالمشافہ الہام ہے اور الہام کا تحریر باتحریر سے اظہار نہیں ہوسکتا، پس وجد درمیان طالب ومطلوب ایک بھید ہے اور یہ کشف ہی میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ پس وجود، باوجود درد وکرب ایک بزرگی ہوتی ہے جو محبوب کی طرف سے محبّ کو ملتی ہے، اور میرے نزدیک وجد دل کی خوشی یا غم کے تاثرات کو قبول کرنا ہے، راحت یا مصیبت کے ذرائع سے اور پھر تواجد صفت حجاب کی حالت میں ذوق وشوق کے ابھرنے میں مزاج کی ایک حرکت ہوتی ہے۔ اور مشائخ اس امر میں مختلف ہیں، کہ وجد وجود سے زیادہ کامل ہے یا وجود سے زیادہ کامل ہے۔

رقص کے متعلق قبلہ داتا علی ہجویری کا فرمان:

شریعت ہو یا طریقت دونوں میں جوازِ رقص کی قطعاً کوئی سند نہیں، کیونکہ رقص جب وجد کے ساتھ ہو تو تمام عقلمندوں کے لئے ہوتا ہے اور جب ہزل کے ساتھ ہو تو لغو ہوتا ہے اور مشائخ میں سے کسی نے بھی رقص کو اچھا نہیں کہا بلکہ ہر جگہ شدت سے اس کی مذمت کی ہے اور اس سے فسق وفجور اور بدکاری کا ایک واضح ذریعہ بتاتا ہے تمام امامان شریعت وطریقت متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ رقص شیطان کے بدترین حربوں میں سے ایک حربہ ہے جو نفس کی شہوانی قوتوں کو بیدار کر کے رقص کرنے اور دیکھنے والوں کو زنا پر آمادہ کرتا ہے لہذا اس فعل شیطانی میں مبتلا ہونے والے سب کے سب ذریت ابلیس ہیں اور شریعت اسلامیہ کے لئے باعث فتنہ و فساد، اور میں نے جاہل وفاسق عوام کا ایک گروہ دیکھا ہے جو کہتے ہیں کہ تصوف کا مذہب رقص

ہی ہے اور اسی لئے انہوں نے اس کو اختیار کر رکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان جاہل بندگان نفس نے وجد کو رقص کا نام دے دیا ہے اور عوام الناس کو گمراہ اور تصوف کو بدنام کرتے پھر رہے ہیں ورنہ بالکل ظاہر ہے کہ وجد اور اس کی حرکات رقص کے مشابہ تو نہیں اور نہ ہی وجد سے خبیث و ناپاک تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض وجد ایک خالصتاً ربانی چیز ہے جبکہ رقص ایک شیطانی فعل ہے اور وہ بے قراری جو طبع انسانی میں رقص سے پیدا ہوگی نہ تو قلب و دماغ کی پرورش ہو گی اور نہ وجہ وسکون وطمانیت، بلکہ وہ قلب کو ناپاک کرنا، جان کو پگھلانا اور جذبات واحساسات کو پراگندہ کرنا ہوگا الغرض رقص ورقص کا ماحول اختیار کرنا، نوجوان کے حسن و جمال کا ہوس سے نظارہ کرنا، ان کی صحبت اختیار کرنا، اور محفل رقص میں مزامیر وغیرہ کا سننا شرعی اور اسلامی لحاظ سے قطعی ناجائز ممنوع ہے اور اس کو جائز کہنے والا کافر ہوگا اور ایسے کافر کا ہر قول جہالت و بطالت پر مبنی ہے اور مشائخ نے ایسے فاسق اور مخالفین شرع سے اجتناب کی بہت تاکید فرمائی ہے اور میں ایک دفعہ پھر واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اہل طریقت اور صوفیاء کے مذہب ومسلک میں رقص کی قطعاً کوسند نہیں ہے اور وہ سب بالاتفاق اسے ناجائز کہتے ہیں اور جو لوگ اس میں مبتلا ہیں انہیں شریعت سے کوئی تعلق نہیں اور وجد جائز وعبادت ہے۔

سماع وحال میں کپڑے پھاڑنا:

"سماع ومستی کی حالت میں اپنے کپڑے پھاڑنا اوطائفہ کی عادت ہوگئی ہے اور بڑے بڑے مجموں میں جن میں صوفی بزرگ حاضر ہوں اس فعل کا وقوع بہت ہوتا ہے اور میں نے علما کا ایک گروہ کہ وہ کپڑے پھاڑنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ لباس درست کو پھاڑنا اور چیتھڑے چیتھڑے کرنا جائز نہیں یہ فساد واسراف ہے فساد واسراف کا جواز نکالنا محال ہوگا۔

وہ مست سماع لوگ اپنے لباس کی آستیں، طریزیں اور جیبیں وغیرہ پھاڑ ڈالتے ہیں اور پھر ہوش میں آنکے بعد انہیں سی لیتے ہیں ان کے نزدیک کپڑوں کو پھاڑنا اور سینا قلب مومن کے لئے راحت وطمانیت کا موجب ہے پس لباس کا پھاڑنا طریقت میں کوئی اصل وسند نہیں رکھتا اور سماع میں کسی درویش کو صحت حال اور ہوش وحواس کے دوران ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ فعل صریحاً اسراف ہے۔ ہاں اگر سننے والے پر غلبہ وبے خودی کا عالم طاری ہو تو بے خبری میں

قابل خطاب نہ رہے تو کپڑے پھاڑنے وہ معذور سمجھا جائے گا اور یہ کفیت حال و مستی فرد طاری ہو یا جماعت پر دونوں معذور بے گناہ ہوں گے اور اس طریق والوں کا لباس پھاڑنا تین قسم پر ہوتا ہے، ایک یہ کہ درویش خود پھاڑے اور وہ سماع کی حالت میں غلبہ کے حکم میں ہو اور دوسرے یہ کہ ایک جماعت یا اصحاب پیشوا پیر و مرشد کے حکم سے اس کے کپڑوں کو پھاڑیں ایک تو کسی گناہ کے استغفار کے طور پر یا وجد و سکر کی حالت میں اور پھر کپڑے پھاڑنے کی تیسری وجہ محض غنا و سماع نہیں بلکہ یہ حالت خالصتاً عشق الٰہی کی شدت و مستی ہے جس میں اہل اللہ کو اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہتا اور وہ محو ذات ہو کر جلال عشق میں کپڑے پھاڑنے لگتے ہیں پھر کپڑے کی بھی دو صورتیں ہو گی ایک پھٹا ہوا اور دوسرا بالکل سالم و درست اور پھٹے ہوئے کپڑے کے لئے دو شرطیں ہیں یا تو اس کو سئیں یا اس جماعت کو واپس دیں ورنہ دوسرے درویش پر ایثار کریں تا بطور تبرک اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اہل مجلس میں تقسیم کر دیں لیکن اگر درست ہو اور درویش اسے اتار کر پھینک دے تو درویش کی مراد کو دیکھیں گے کہ اس نے کپڑا کس لئے پھینکا ہے۔ اگر اس کو مراد قوال کو دینے کی ہے تو اس کو دینا چاہیے اور اگر بلا مقصد پھینک دیا ہو تو پیر وہ کپڑا جماعت کو دینے کا حکم کرے تو کپڑا پھاڑ کر سب میں تقسیم کر دیا جائے یا حسب حکم کسی ایک شخص کو مرحمت کر دیا جائے پس اگر درویش کی مراد قوال کو دینے کی ہو تو اصحاب مجلس کی تائید کرے ضروری نہیں اور یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ قوال کو کپڑے دے کر واپس لے لیا جائے اور اگر کپڑا مستی و مغلوبی کی حالت میں گر پڑے تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اکثر کہتے ہیں کہ قوال کو دے دینا چاہیے اور اگر قوال نہ دے جو اس کا اصل مستحق ہے تو طریقت کی شرط سے باہر ہو جائیں گے اور میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ اگر پیر کا فرمان ہو تو قوال کو دیں ورنہ نہیں لیکن اگر پیر کسی کو نہ دے تو پھر جیسے بھی دے دو گے کچھ حرج نہیں۔ میں جو علی بن عثمان جلابی ہوں مجھے یہ اصول پسند ہے کہ مبتدیوں کو سماع میں نہ بٹھایا جائے تا کہ ان کی طبعیت پراگندہ نہ ہو اور اپنی کمزوری و بے حوصلگی سے دیگر سامعین کے ذوق و وجد کو تباہ نہ کریں، کیونکہ مبتدی عموماً ضبط نفس سے عاری ہوتے ہیں اور ہیجان پیدا کرنے والے تاثرات ان کے لیے فتنہ کا باعث بن جاتے ہیں مثلاً عورتیں مکانوں کی چھتوں سے یا کسی اور بلند جگہ سے

درویشوں کا سماع کہ حالت میں دیکھتی ہیں اور اس وجہ سے حجاب پڑتے ہیں۔ اور حضور قلب میں خلل واقع ہوتا ہے نیز چاہیے کہ نوعمر لڑکوں کو بھی محفل سماع میں نہ بٹھائیں، کیونکہ ان سے حالات پراگندہ ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جاہل صوفی سماع کے متعلق ان باتوں میں تصرف کر کے اپنا ایک من پسند مذہب و مسلک تیار کرلیں اور تصوف و طریقت کے لئے بدنامی کا باعث ہوں اور سماع میں آج تک جس قدر بھی مشغول رہا ہوں اس کی آفات سے خدا کے حضور استغفار کرتا ہوں اور تمام خلاف شریعت باتوں سے خداوند کریم کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے نفس کے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ میں اس کتاب کے پڑھنے والوں کو اس کے مندرجات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تاکید خاص کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق::

مبتدی:

دراصل سماع خدا کی واردات میں سے ہے اور چونکہ جسم انسانی لہو ولعب کا عادی ہے لہٰذا ایک مبتدی کی طبیعت الٰہی تاثرات کے قابل نہ ہوگی اور سماع میں ربانی باتوں کے وارد ہونے سے طبعیت کو قہر و سوز کے سبب نہایت اضطراب ہوتا ہے جیسا کہ حسب مشاہدہ ایک گروہ سماع میں سماع اس کی طبع حد اعتدال سے باہر نہ ہو جائے اور اس کے لئے یہ دلیل مشہور ہے کہ روم کے ہسپتال میں ایک بہت ہی عجیب چیز تیار کی گئی ہے اسے انگلیون کہتے ہیں اور یہ ایک قسم نغمہ ریز ساز ہے یونانی لوگ ہر عجیب چیز کو انگلیون کے نام سے یاد کرتے ہیں یہاں تک کے آسمانی صحائف کو بھی انگلیون کہتے ہیں، اور بیماروں کو ہفتہ میں دوران اس جگہ رکھتے ہیں جہاں وہ باجہ ہے اور اس کو بیمار بھی بیماری کے سے انداز سے بجانا شروع کرتے ہیں، بیمار اس کو سنتا ہے، اور اس کے تاثرات سے بتدریج صحت یاب ہوتا ہے، نیز جب کسی لاعلاج مریض کو مارنے کا قصد کرتے ہیں تو اسے زیادہ عرصے تک وہاں رکھتے ہیں۔

یہاں تک کہ وہ اس کی آواز سن کر ہلاک ہو جاتا ہے لیکن اُسی ساز کو ہمیشہ سنتے رہتے ہیں اور ان پر کوئی ضرر رساں اثر ظاہر نہیں ہوتا، کیونکہ وہ ان کی طبع کے موافق واقع ہوا ہے اور وہ مبتدیوں کی طبعیت کے سخت خلاف ہے کیونکہ وہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتے نیز ہندوستان میں میں نے سنا کہ زہر قاتل میں کیڑا پیدا ہو رہا ہے اور اس کی زندگی اسی زہر کے ساتھ وابستہ تھی) کیونکہ وہ

خودسب کا سب زہر ہی تھا اور ترکستان کے ایک شہر میں میں نے دیکھا کہ اک پہاڑ میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ جل رہا تھا اُسی آگ کے اندر ایک چوہا تھا جب اس کو آگ سے باہر نکالا گیا تو وہ فوراً مر گیا اور ان مثالوں سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی قسم کا سماع کسی کے لیے تو پیام حیات ہو سکتا ہے اور کسی کے لئے وجہ موت، اس میں مبتدیوں کو اضطراب اس وقت ہے جب ان پر بذریعہ سماع واردات الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور وہ خام ہونے کے باعث انہیں برداشت نہیں کر سکتے جب وہ ہی اضطراب متواتر ہوتا ہے تو مبتدی اس کے عادی ہو جاتے ہیں، اور بے خود نہیں ہوتے کیا تم نے غور نہیں کیا کہ جب وہی ساز متوتر ہوتا ہے تو مبتدی اس کے عادی ہو جاتے ہیں ،اور بے خود نہیں ہوتے کیا تم نے غور نہیں کیا کہ جب جبرئیل علیہ السلام ابتدا میں تشریف لائے تو آنحضرتؐ میں ان کے دیکھنے کی تاب نہ تھی ۔ اور جب منتہی ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام ایک ساعت بھی نہ آتے تو آپ تنگ دل اور بے چین ہو جاتے اور اس معنی پر بہت سے دلائل ہیں مشہور ہے کہ حضرت جنیدؒ کا ایک مرید سماع میں بہت تڑپتا تھا۔ اور دیگر درویش اس کے حال سے مضطرب تھے۔ انہوں نے شیخ کی خدمت میں شکایت کی شیخ نے اس مرید سے کہا "اگر تو اس کے بعد سماع میں اس قدر بے قراری کا اظہار کرے گا تو میں تجھے اپنی صحبت میں نہیں رکھوں گا"۔

ابو محمد جریریؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے بعد ازاں سماع میں اسی درویش کو دیکھا کہ وہ بہ تقاضائے ادبِ خاموش تھا، لیکن اس کے بدن کے ہر بال سے چشمہ جاری تھا حتیٰ کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور ایک دن ویسے ہی بے ہوش رہا" نیز کہتے ہیں کہ مجذوب مرد نے سماع میں میں نعرہ مارا اور سر زانو میں رکھ لیا، اہل مجلس نے پاس جا کر دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا،

صوفیا کا ایک گروہ:

خوش الحانی کے ساتھ اللہ کا کلام سننا تو جائز سمجھتا ہے لیکن اس کے علاوہ اور کسی چیز کو بھی نغمہ و ترنم سے غنائی رنگ میں سننا نہیں دیکھتے کیونکہ ان کے نزدیک دیگر چیزیں ہوس انگیز اور سبب فتنہ ہو سکتی ہیں وہ سماع سے اپنے مریدوں کو منع کرتے رہتے ہیں اور خود بھی پرہیز کرتے رہے ہیں اور اس بات کی تائید میں انہوں نے غلو سے کام لیا ہے اور ان میں سے ایک گروہ تو

سماع کو حرام ہونے میں روائتیں لاتا ہے اور اس معاملہ میں وہ سلف صالحین کا پیرو ہے مثلاً آنحضرتؐ نے حسانؓ بن ثابت کی کنیزہ کو نغمہ وسرور کرنے سے ڈانٹا ہے اور تنبیہ فرمائی اور حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کو نغمہ سرائی کرنے پر دُرے لگائے اور حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کا اسی بنا پر انکار کیا کہ اس کے پاس گانے والی لونڈیاں تھیں اور آپؐ نے حسنؓ کو اس حبشی عورت کو دیکھنے سے منع کیا جو نغمہ وسرود میں مصروف تھی اور فرمایا کہ وہ شیطان کی ساتھن ہے اور اس کی مانند حرمت سماع میں اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نغمہ وسرود اور راگ کو مطلق حرام کہہ دیا گیا ہے اور اس معنی میں ابوالحارث بنانیؒ سے روایات لاتے ہیں، کہ ایک رات کسی نے میرے حجرے کے دروازے پر آکر کہا کہ طالبان حق کی جماعت جمع ہو رہی ہے، اور سب شیخ کے دیدار کے آرزومند ہیں، اگر آپ مہربانی فرما کر قدم رنجہ فرمائیں تو عین نوازش ہو گی، میں نے کہا اچھا چلو میں آتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہو لیا تھوڑی دیر میں ہم ایک گروہ کے قریب پہنچے، وہ لوگ حلقہ کئے ہوئے تھے۔ اور ایک بوڑھا مردان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، اس نے میری بہت عزت کی، اور بولا اگر اجازت ہو تو میں چند اشعار سن لوں میں نے قبول کیا اور پھر دو آدمیوں نے نہایت خوشحالی سے ایسے اشعار پڑھے، جو حسن وعشق پر ہجر وفراق کے مضامین پر مشتمل تھے اور سب حاضرین انہیں سن کر وجد میں آ گئے ا

اور خوشی کے نعرے لگائے، میں ان کے حال پر متعجب تھا کہ توحید، معرفت یا دیگر عمدہ مضامین پر نہیں، بلکہ فسق وفجور کے مضامین پر یہ لوگ کیوں اس قدر وجد کرتے ہیں اتنے میں بوڑھے نے مجھ سے کہا کہا اے شیخ! آپ نے مجھ سے میری حقیقت و مائیت دریافت نہیں کی" میں نے کہا "تیری وحشت مجھ سے سوال کرنے سے مانع رہی"۔ اس نے کہا میں شیطان ہوں اور یہ سب میرے فرزند ہیں۔ نغمہ وسرود اور سماع کی محفل جمانے میں دو فائدے ہیں، ایک تو یہ ہے کی مجھے خدا کی درگاہ میں عروج وقبولیت کے دن فراموش نہیں ہوتے ،لہذا میں نغمہ وسرود کے ذریعے اپنے دردِ قرب اور غم مذلت کو محو کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ میں سماع سے عابد و پارسا لوگوں کو لذت نفسانی میں مبتلا کرتا ہوں اور انھیں گمراہ کرتا ہوں"۔ چنانچہ میں یہ بیان سن کر فوراً وہاں سے بھاگا اور ہمیشہ کے لیے سماع سے توبہ کی' اور ایک گروہ اپنے

مریدوں سے سماع سے محض اس بات پر منع کرتا ہے وہ کہیں کذب و مبالغہ اور ریا و تصنع میں نہ مبتلا ہو جائیں اور کہیں فساق کی تقلید نہ کرنے لگیں، اور حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک ایک مرید کو اس کی توبہ کی ابتدا میں تلقین فرمائی کہ "اگر تو اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہتا ہے اور اپنی توبہ میں ثابت قدمی کا خواہاں ہے تو جب تک نوجوان ہے سماع میں ہرگز شامل نہ ہونا اور اس کا منکر رہنا، اور جب تو بوڑھا ہو جائے تو تقوٰی کا اپنا شعار بنانا۔ اور فقط الٰہی چیزوں کی سماعت کرنا"۔

اور ایک گروہ کہتا ہے سماع کی دو قسمیں ہیں، ایک لاہی اور دوسری الٰہی، لاہی کے معنی ہیں لہو و لعب اور محض حظ نفس کا کھیل تماشا۔ اور الٰہی کے معنی ہیں، ربانی، یعنی جیسے سراسر حق سے تعلق ہو، پس لاہی لوگ عین فتنہ میں ہوتے ہیں، ان سے اجتناب کرو اور الٰہی لوگ عین ریاضت و مجاہدہ میں رہتے ہیں، اور سماع کرتے ہیں۔ وہ مضمون و مقصد کے لحاظ سے عقائد و اعمال کیلئے مفید ہوتا ہے، اور اس گروہ کا غنا محض ہزل سرائی نہیں، ان کی واردات سے استفادہ کرو۔ اور پھر ایک گروہ کہتا ہے کہ عوام اور مبتدی لوگوں کے لئے سماع میں فتنہ ہے اور وہ جب ہمیں مشغول سماع دیکھتے ہیں تو ہماری تقلید کرنے لگتے ہیں، حالانکہ اس کے آداب کا علم نہ ہوتے ہوئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور آنحضرت نے فرمایا کہ اسلام میں مسلمان مرد کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ لغویات کو ترک کر دے، کیونکہ لایعنی بات میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہوتا ہے اور تصوف میں خواص کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ سماع خبر ہے، لیکن محویت و مشاہدہ میں محض خبر کی کیا حقیقت ہے، لہذا سماع بچوں کا مشغلہ ہے سماع کے یہ احکام میں نے مختصر طور پر بیان کیے ہیں۔

صوفیاء کا ایک گروہ کہتا ہیکہ وجود مریدوں سے بالاتر ہونا چاہیے کہ ان کا وصف بھی بالا تر ہو، اور پھر ایک گروہ کہتا ہے کہ وجد مریدوں کا سوز باطن ہے اور وجود محبتوں کا تحفہ ہے۔ اور محبتوں کا درجہ مریدوں سے بلند چاہیے تاکہ انہیں طمانیت زیادہ حاصل ہو اور جستجو میں اضطراب کم ہو اور یہ معنی ایک سے واضح ہوتے ہیں ایک دن حضرت شبلیؒ اپنے حال کے جوش میں حضرت جنیدؒ کے پاس آئے تو ان کی غمناک کیفیت دیکھ کر فرمایا اے شیخ! کیا ہوا ہے؟ آپ نے جواب دیا جس شخص نے خدا کی طلب کی اس کو پالیا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو کہ جس نے خدا کو پالیا اس کو اضطراب طلب میں اور بھی بڑھ گیا'' اور مشائخ نے اس کلام میں اختلاف کیا ہے کیونکہ ان میں سے ایک نے وجود کی تعریف کی ہے اور دوسرے نے وجد کا خاصہ بتایا ہے لیکن میرے نزدیک حضرت جنیدؒ کا قول بہتر ہے، کیونکہ جب بندہ نے شناخت کرلیا کہ اس کا معبود اس کی جنس سے نہیں ہے تو اس کا غم واضطراب اور بھی بڑھ گیا ور مشائخ اس امر پر متفق ہیں کہ سلطان علم، سلطان وجد سے زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ جب قوت سلطان علم کو حاصل ہوگی تو واجد خطرہ کے محل میں ہوگا۔

لیکن جب قوت سلطان علم کو حاصل ہوگی تو عالم امن وسکون کے محل میں ہوگا ماحاصل کلام طالب کو تمام احوال میں شرع اور علم کا پیرو ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ جب بندہ وجد کے ساتھ مغلوب ہوگا تو تکلیف شرعی اس سے اٹھ جائے گی اور جب تکلیف شرعی اٹھی تو ثواب و ثواب کی پابندی بھی اٹھی اس وقت اس حکم کا مجنون ہوگا۔ نہ کہ اولیاء اور مقربین حضرت بابا یزیدؒ نے فرمایا'' اہل ہمت کا کفر اہل مغیت کے اسلام سے اشرف و افضل ہے۔ کیونکہ اہل ہمت پر کفر اور کفران نعمت صورت پذیر نہیں ہوتا اور ایک کافر اہل ہمت اس مسلمان سے اچھا ہے جس کا اسلام لانا کسی ذات غرض یا ہواو ہوس پر مبنی ہو اور حضرت جنیدؒ نے حضرت شبلیؒ کے متعلق فرمایا شبلی مستی کی حالت میں ہے اگر وہ ہوش کی حالت میں ہوتا تو وہ خدا سے بہت زیادہ ڈرنے والا ہوتا'' اور حکایات میں مشہور ہے کہ حضرت جنید محمد بن مسروقؒ اور ابوالعباس بن عطاء ایک جگہ اکٹھے ہوکر قوالی سن رہے تھے اور قوال کے عارفانہ اشعار پر وجد کرتے تھے، لیکن حضرت جنیدؒ بغیر کسی حرکت کے خاموش کھڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا، اے شیخ! تجھ میں اس سماع سے کچھ سوز و اثر پیدا نہیں ہوتا حضرت جنیدؒ نے فوراً برمحل فرمایا ''تو اسے ساکن و جامد خیال کرتا ہے، حالانکہ وہ بادل کی مانند متحرک ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جب تم نے قرآن کریم کی تلاوت کرو تو رویا کرو۔ اگر رونہ سکو تو کوشش سے رولو'' یہ حدیث تواجد کے مباح ہونے پر دلیل ہے اور وجد کے موضوع پر گفتگو بہت ہوسکتی ہے مگر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔



کرنل صوفی محمد عظمت اللہ شاہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقیب آباد شریف ضلع قصور